بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۞ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۞ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۞

ماہنامہ

دلیل راہ

لاہور

مئی 2008ء - جمادی الاول 1429ھ

صل علیٰ محمدٍ

من کہ گدائے تنگدست صل علیٰ محمدٍ
توشۂ ہفت کشور است صل علیٰ محمدٍ
ساقیِ میکدہ بدست صل علیٰ محمدٍ
جنبشِ یک نگاہ مست صل علیٰ محمدٍ
نقطۂ عالمِ وجود ، دائرہ سازِ رازِ بود
عقدہ کشائے سرِ ہست صل علیٰ محمدٍ
وجہِ ظہورِ کن فکاں ، نورِ منیرِ لامکاں
مشعلِ محفلِ الست صل علیٰ محمدٍ
مظہرِ ذاتِ کبریا ، عینِ جمالِ حق نما
حاصلِ ہر کشود و بست صل علیٰ محمدٍ
انس و ملک بصد ادب ، سر بسجود بر درت
زیرِ قدم بلند و پست صل علیٰ محمدٍ
کہفِ خراب و خستگاں ، چارۂ دل شکستگاں
بندہ نواز و سر پرست صل علیٰ محمدٍ
بر تو فدا ہزار جاں ، قبلۂ جانِ عاشقاں
کعبہ ہر خدا پرست صل علیٰ محمدٍ
چشمِ حیات آفریں ، جانبِ اختر حزیں
قلب زبارِ غم شکست صل علیٰ محمدٍ

اختر الحامدی الضیائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دارو کوئی سوچ ان کی پریشان نظری کا

اس وقت میں دریائے پوٹا مک کے کنارے چند ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوں۔
اللہ تعالیٰ نے اس دریا کا مزاج امریکہ کے طول وعرض میں پھیلا رکھا ہے، اس کی لہروں پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، ہوائیں لمحوں میں اپنا رخ بدل لیتی ہیں، یہاں مناظر فطرت سے لطف اندوز ہونے والوں کا کہنا ہے کہ پوٹا مک کے کنارے ہر صبح نئی ہوتی ہے اور ہر نئی صبح کا رنگ شگفتہ اور تازہ ہوتا ہے، صبح کی طرح یقیناً یہاں شامیں بھی نئے نئے لباسوں میں نمودار ہوتی ہیں۔ پوٹا مک لہروں کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ یہاں مچھلیوں کی طرح سانپ بھی موج در موج رقص کناں نظر آتے ہیں۔ صبح کے ماحول میں اگر بارش آمیزہ بنالے تو ماحول کا نکھار روح میں کھب جاتا ہے اور شام میں ڈھلتے سائے اگر باران رحمت میں نہالیں تو فطرت کا نظام "حق وحقیقت" بن کر بدن میں رس گھولنے لگ جاتا ہے۔ پوٹا مک کی لہروں سے کھیلنے والے لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ انسان سب کچھ ہے یہ الگ بات ہے کہ پوٹا مک والوں نے دنیا بھر کے انسانوں کو مچھلیاں سمجھ کر نگلنا شروع کر دیا ہے اور حالات کے بے رحم اژدہا مسلمانوں کی تہذیب کو ڈسنے کے لئے پال رکھے ہیں۔ ایک شام سورج کو پوٹا مک میں غروب ہوتے دیکھا تو ورڈز ورتھ یاد آئے۔ ان کی مشہور نظم کا ایک بیان کتنا خوبصورت ہے۔

> فطرت نے محبت کرنے والے دل سے کبھی بے وفائی نہیں کی اور یہ حق صرف فطرت کا ہے کہ وہ ہمیں زندگی میں مسرتوں سے ہمکنار کرتی رہے، وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے سکون اور حسن سے دل اور دماغ کو اتنا متاثر کر دیتی ہے اور خیالات میں اتنا عروج لے آتی ہے، پھر کوئی بھی طاقت ہمارے اعتقاد میں کمزوری نہیں لا سکتی کہ ہمارے گردوپیش جو کچھ ہے خیر ہی خیر ہے۔ انسان نہ کسی کی بدزبانی سے کمزور دل ہوتا ہے اور نہ خودغرض لوگوں کے طنز وحقارت سے دل کو زخمی کرتا ہے پھر زندگی کی کوئی پھیکی تصویر دل کو مغموم نہیں کرتی۔

مغربی شاعر کے قلم سے "حسن اور فطرت" ایسے الفاظ بہت خوبصورت لگے اور میں نے نفس کے بھٹکے ہوئے آہو کو مدینہ کی طرف رواں دواں کرنا مناسب جانا۔ میرے ہاں خیالات کے سمندر میں تموج نے زندگی کو قوس قزح کی طرح آسمان سے زمین کی طرف معلق کر دیا، میں کبھی مدینہ کے ماحول کو امریکہ پھیلانے کی سعی کرتا اور کبھی خیالوں ہی میں امریکہ کو اٹھا کر مدینہ کی دہلیز پر پیش کرتا۔ سانسیں درود پڑھتیں اور دھڑکنیں نام محمد ﷺ کی مالا جپتیں۔
حضور ﷺ کے نام کی تسبیح نے آنکھوں کی جھیلوں میں پانی اتار دیا۔ ہولے سے دیکھا تو اقبال بھی میرے پاس بیٹھے ہوئے

محسوس ہوئے اور فرمانے لگے وہ دیکھو واشنگٹن کے اداس اداس گھر سے کیا صدا ابھر رہی ہے۔ شاید اس کی قوم خدا کی قائل ہونے والی ہے اور اگلی صبح انشاء اللہ اسلام کے ساتھ طلوع ہوگی۔

چمک تیری عیاں بجلی میں آتش میں شرارے میں
جھلک تیری ہویدا چاند میں سورج میں تارے میں

پوٹامک کے صاف شفاف رنگ نے میرے فکر کو دودھیا کر دیا، پس افق ڈوبتے سورج نے طاہر فکر کو اپنی قوم کے افق کی طرف موڑ دیا۔ مجھے زمین کے ایک وسیع خطہ کے سامنے اپنا وطن ایک نازک آشیانے کی مانند نظر آیا۔ میں نے غور سے دیکھا جیسے پہاڑی وحشی دیو میرے وطن کے آشیانے کو اجاڑنے پر تلے ہوئے ہوں۔

اکبر الہ آبادی یاد آئے:

بنائے ملت بگڑ رہی ہے، لبوں پہ ہے جان، مر رہے ہیں
مگر طلسمی اثر ہے ایسا کہ خوش ہیں گویا ابھر رہے ہیں
ادھر ہے قوم ضعیف و مسکین ادھر ہیں کچھ مرشدان خود بیں
یہ اپنی قسمت کو رو رہی ہے وہ نام پہ اپنے مر رہے ہیں
کٹی رگِ اتحادِ ملت، رواں ہوئیں خونِ دل کی موجیں
ہم اس کو سمجھے ہیں آبِ صافی، نہا رہے ہیں، نکھر رہے ہیں

مجھے ساتھیوں نے ہلایا، جگایا اور احساس دلایا کہ دریا کے پانی سے وضو کریں اور نماز ادا کریں، لیکن میرے ہاتھ تو بے حس و حرکت تھے دل نہیں کرتا تھا کہ میں تہذیبِ مغرب کو سہارا دینے والے پوٹامک کے پانی سے وضو کروں، میری ضرورت اس وقت زم زم تھا یا پھر حضور ﷺ کے پنجۂ رحمت کا آب جنت، لیکن میری قوم کی طرح میری بے بسی ایسے محسوس ہوا کہ اب دنیا کے سارے دریا شاید پوٹامک میں گر رہے ہیں، لیکن حیف بالائے حیف تہذیبِ مسلم کو برف کی طرح پگھلایا جا رہا ہے، لیکن بے سرور افکار نے ہر ایک کو درِ ملت سے بے گانہ کر دیا:

غضب ہے کہ اس زمانے میں
کوئی بھی صاحبِ سرور نہیں

رات اور دن پوٹامک کے کنارے گلے ملنے لگے، اللہ رب العزت نے چند سجدے نصیب کئے، لیکن لگا جیسے کہ کسی نے میرے سجدوں کو زنجیر ڈال دی ہو، میرے رکوع قیدی بن گئے ہوں، میرا قیام بے حضور ہو گیا ہو۔ سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی کہ کعبہ کدھر ہے۔ ایک ساتھی نے ایک آلہ کی مدد سے رو بہ قبلہ کر دیا۔ تھوڑی دیر کے لئے تہذیبوں کے تصادم میں ایک قیدی کو قبلہ کی ضرورت اچھی لگی، ایسے لگا جیسے غلافِ کعبہ نے پوٹامک کے سارے شباب کو لپیٹ لیا ہو، محسوس ہوا جیسے ساتوں براعظم ایک خوبصورت سے قدم کے نیچے آ گئے ہوں۔ محبوب کے سامنے ناصیہ فرسائی نے آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیا۔ روح ''دیدِ دوست'' کا مزا لینے لگی۔ مولانا روم کا ترانہ حدی خوانی کرنے لگا:

آدمی دید است باقی پوست است
دید آں باشد کہ دیدِ دوست است
جملہ تن را در گداز اندر بصر
در نظر رو، در نظر رو، در نظر

نماز سے فارغ ہوئے اور گھر کی بجائے شہر کے دوسرے کونے کنج تنہائی کی تلاش میں پھر ایک دریا کے کنارے جا پہنچے، پوچھا یہ کون سا دریا ہے بتایا گیا ''پوٹامک'' باور کر لیا جب ہر طرف پوٹامک چھا رہا ہے،

آ رہا ہے، مجھے اپنے سجدوں اور نمازوں کی فکر کرنی چاہیئے۔ کہیں میرا اصلی گھر پوٹا مک میں ڈوب نہ جائے۔ میں بے گھر نہ ہو جاؤں، میرے دل کے چراغ بجھ نہ جائیں، میری تہذیب سیلاب کی نذر نہ ہو جائے، میرا تمدن کھو نہ جائے، میں کہیں پوٹا مک کے کنارے ہی نہ رہ جاؤں، میرا مدفن کہیں یہی خاک نہ ہو جائے، رات کا خاصہ حصہ گذر چکا تھا، سورج طلوع ہونے کا انتظار تڑپ رہا تھا، ایک بڑا سا پانی کا ریلہ ساحل سے ٹکرایا۔ خوفناک سی آواز پیدا ہوئی، ہم نے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کی، سنبھل رہے تھے کہ کانوں میں آواز پڑی:

دل توڑ دیا ہے ان کا غلامانہ روش نے

دارو کوئی سوچ ان کی پریشاں نظری کا

ہمیں صبح کی تلاش تھی، سورج ہماری ضرورت ٹھہرا تھا، لیکن پوٹا مک کی لہروں نے کہا یہ مغرب ہے یہاں سورج غروب ہوتا ہے۔ روشنی کہیں اور تلاش کرو ایسی روشنی جو پورے جہاں پر محیط ہو۔

لگا جیسے پوٹا مک کسی اردو شاعر کی زبان بن گیا ہو

''افق افق پر جو روشنی ہے

جہت جہت میں یہ رنگ و بو کی جو ساحری ہے

یہ قریہ و دشت و کوہ و گلشن میں ساحلوں پر، سمندروں میں

جو زندگی ہے، جو بانکپن ہے، جو تازگی ہے، جو سرخوشی ہے

نظر کو اشیاء کی آگہی ہے

اس ایک سورج کا معجزہ ہے''

اللہ اکبر کی صدا گونجی اور ساتھ ہی اسلام کا ''پورا نظام'' متشکل ہو کر آنکھوں کے سامنے آ گیا اور یہ احساس مزید پختہ ہوا کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمیں اسلام کے ساتھ جینا چاہیئے اور اسلام ہی کے لئے جینا چاہیئے۔ ہمیں دنیا کے سامنے اسلام کا عملی کردار تمام تر تاریخی منفعتوں کے ساتھ رکھنا چاہیئے تا کہ اسلام کے لئے لوگوں کی بھوک اور پیاس بڑھ جائے۔

گب کے الفاظ میں ایک سچی آواز گونج رہی ہے ہم مسلمانوں کو اس آواز کو پھیلانے کے لئے ہر کوشش بروئے کار لانی چاہیئے۔

وہ کہتے ہیں:

اسلام کو انسانیت کی ایک اور خدمت کرنی ہے مختلف نسلوں کے درمیان مساوات کے قیام کے لئے اسلام ایسی خدمت کسی مذہب نے سرانجام نہیں دی ہے۔ جہاں مسلم معاشرے قائم ہوئے ہیں ان سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ کس طرح اسلام نے مختلف نسلوں، روایات اور نہ مٹنے والے اختلافات کو تحلیل کیا ہے اگر مشرق اور مغرب میں تہذیبی تعاون پیدا کرنا ہے تو اس کے لئے اسلام کی خدمات حاصل کرنا ضروری ہوگا۔

مدیر

سید ریاض حسین شاہ

حرف حرف روشنی

سید ریاض حسین شاہ

سید ریاض حسین شاہ قرآن مجید و فرقان حمید کی تفسیر "تبصرۃ" کے عنوان سے تحریر کر رہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دلکش ہے۔ جس میں رموز و معانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے سورۃ القارعہ کی تفسیر پیش کر رہے ہیں (ادارہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْقَارِعَةُ ۝١ مَا الْقَارِعَةُ ۝٢ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝٣
يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝٤ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ
كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝٥ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝٦ فَهُوَ
فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝٧ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝٨
فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝٩ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝١٠ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝١١

دہلا دینے والی کڑک (۱) کیا ہے وہ دہلا دینے والی کڑک (۲) اور آپ تخمینے سے کیا جانیں کہ وہ دہلا دینے والی کڑک کیا ہے (۳) وہ دن جب لوگ بکھرے ہوئے پتنگوں کی مانند ہو جائیں گے (۴) اور پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے (۵) تو اب جس کی تولیں بھاری رہیں (۶) تو اُس کا معاش من پسند ہوگا (۷) اور جن کی تولیں ہلکی پڑ گئیں (۸) تو اُس کا ٹھکانہ "ہاویہ" ہوگا (۹) اور تو کیا جانے کہ وہ کیا ہے (۱۰) بھڑکائی ہوئی تیز گرم آگ ہے (۱۱)

سورۃ القارعہ نیکیوں کے معیار حضور انور ﷺ کے سینہ نور پر مکہ شریف میں نازل ہوئی۔

الہامی مذہب کوئی بھی ہو اور آسمانی دین کسی بھی دور کے انسانوں کی راہنمائی کے لئے نازل ہوا ہو اس کا مابہ الامتیاز اعتقاد کی صحت ہوتی ہے۔عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت، عقیدہ صداقت اسلام اور وقوع آخرت پر یقین رکھنا۔

قرآن حکیم جس کا معیار انتہائی بلند تسلیم کیا گیا اس کتاب کا ایجاز و اعجاز یہ ہے کہ اس میں تعلیمات دینی کو مؤثر پیرائے میں انسان کے فطرت سے قریب رہ کر ذہنوں کی گہرائی میں اتارا گیا ہے۔

افکار صحیحہ کا تسلیم کرنا محکم دلائل کا محتاج ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں کتاب علم قرآن حکیم کا طرز استدلال حکیمانہ، موثر اور واشگاف ہوتا ہے ہاں یہ ضرور ہے دلائل کو قبول کروانے کے لئے ذہنوں میں صلاحیت کا توسع پیدا کرنا ضروری ہوتا ہے اور تنبیہات کو مؤثر بنانے کے لئے خوف رکھنے والے دل کی ضرورت ہوتی ہے قرآن پڑھنے والا ذہن دونوں صلاحیتوں کی معراج پالیتا ہے۔

وہ سورتیں جو مکہ شریف میں نازل ہوئیں ان کا انداز بیان سرعت تاثیر، قوت استدلال سے مزین اور خوف دلانے والا ہوتا ہے خصوصاً جہاں قیامت، آخرت، حساب و کتاب اور احتساب کو بیان کیا جاتا ہے جیسا منظر ہوتا ہے انداز استدلال بھی اسی رنگ میں ڈوب جاتا ہے۔

جنت اور فردوس کا مضمون لہجوں اور بیانات کو بھی فردوس المآب بنا دینا ہے اور دوزخ اور اس کے منظر خوفناک دلدوز اور ہیبت ناک اسالیب کا جامہ پہنے نظر آتے ہیں۔

اعمال فنا نہیں ہوتے صرف صورت بدل جاتی ہے

قرآن کی ہر سورت اور ہر سورت کا ہر لفظ اور ہر لفظ کا ہر تلفظ نور بصیرت اور جمالیاتی خوف کا داعی ہوتا ہے۔

سورۃ القارعہ کے مضامین قیامت کے بارے میں ایک استفسار سے اٹھتے ہیں اور ابتداہی میں قانون پڑھنے والے کو انتہائی چوکنا کر دیتے ہیں ایسے لگتا ہے قرآن کی دلدوز تعریضات نے انسانی وجود پر رونگٹے کھڑے کر دیئے ہیں اور دل ڈر سے بھر گیا ہے اور ذہن چوکنا ہو گیا ہے۔وہ لرزہ خیز واقعات پناہ ڈھونڈنے کے لئے داعی بن کر اپنے پڑھنے والے کو گرفت میں لے لیتے ہیں کہ وہ اپنے مالک سے التجا اور استغاثہ کرے۔

سورت کا نام ''القارعہ'' ہے اس کا مطلب کھٹکھٹانے والی ہوتا ہے نام کی طرح سورت کے مضامین بھی کھٹکھٹانے والے ہیں۔انسانی قلب و ذہن کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا جاتا ہے۔

ہولناک ماحول کو لطیف خیالات کے آئینے میں اتارنا مشکل سا کام ہے۔ایک ایسا انسان جو جنت کی خوشبو ساتھ لے کر آیا، کرامت کا تاج سر پر رکھا گیا۔خوبصورت سانچہ میں اسے ڈھالا گیا۔لطیف ادائیں دی گئیں اور اسے حسن تخلیق کا رازِ دروں قرار دیا گیا سورۃ القارعہ اس کا انجام اس عظیم انسان کے سامنے رکھتی ہیں کہ یہ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح پڑا ہوگا۔انسان کو ہولناک انجام کے دروازے پر کھڑا کر کے ایک دوسرا منظر قرآن حکیم پیش کرتا ہے جس میں اونچے اونچے اور مضبوط پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح اڑتے نظر آتے ہیں۔

قیامت کا لرزہ فگن بیان ہر انسان کی آنکھ سے حجاب ہٹا دیتا ہے اور وہ دیکھنے کے قابل ہو جاتا ہے کہ ''میزان عدل'' پر اعمال تل رہے ہوتے ہیں ایسا خوش نصیب جس کے پلڑے بھاری ہوں گے۔وہ دل پسند سکونت پائے گا اور وہ جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

اَلْقَارِعَةُ

دہلا دینے والی کڑک (۱)

ضحاک کہتے ہیں کہ قارعہ سے مراد شعلے بھڑکاتی آگ ہے۔

جمہور کا قول یہ ہے کہ یہ قیامت کے ناموں میں سے ایک ہے۔

رازی نے لکھا کہ قارعہ کا لغوی معنی ضرب شدید سے پیدا ہونے والی آواز ہے۔لاٹھی کے مارنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اسے بھی ''قرع'' سے تعبیر کر دیتے ہیں۔تلواروں کے ٹکرانے سے جو آواز پیدا ہوا سے بھی ''مقارعت'' کہہ دیتے ہیں۔حادثاتی آواز جس سے ناگہاں مصیبت آجائے وہ بھی قارعہ ہی کہلاتی ہے۔قیامت کے لئے ''قارعہ'' کی تعبیر تین صورتیں رکھتی ہیں:

ایک تو یہ ہے کہ آسمان جب پھٹ کر ٹکڑے ہو جائے گا، ستارے آپس میں ٹکرائیں گے، پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح اڑ رہے ہوں گے پھٹنے، گرنے اور باہم ٹکرانے سے جو آواز پیدا ہوگی اسے ''قارعہ'' کہا گیا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ پھٹنے اور گرنے سے جو دلوں پر ''دھک'' پڑے گی اسے قارعہ کہا گیا ہے۔

تفسیر کی تیسری صورت جمہور مفسرین کا قول ہے کہ یہاں قارعہ سے مراد صور پھونکنے کی آواز ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝

کیا ہے وہ دہلا دینے والی کڑک (۲) اور آپ تخمینے سے کیا جانیں کہ وہ دہلا دینے والی کڑک کیا ہے (۳)

اسلوب کی جاذبیت پر سید قطب کے الفاظ دل پسند ہیں۔ سخت اور ہولناک آواز خود کئی سوالات جنم دے دیتی ہے، حیران اور سراسیمہ انسان خوف کے عالم میں گویا خود سے پوچھ رہا ہوگا کہ یہ آواز کیا۔ قرآن حکیم ایک اور سوال کے زریعے سے پہلے سوال کا جواب دیتا ہے تم نہیں جانتے کہ وہ ہولناک حادثہ کیا ہے؟ تمہارا قیاس اور ادراک اس کو گرفت میں نہیں لا سکتا بلکہ تمہارے تصورات بھی اس کی حقیقت کو چھو تک نہیں سکتے۔

قرآن حکیم پہلے سوالات کے ذریعے سراسیمگی اور حیرت میں اضافہ کرتا ہے اور پھر قیامت میں ہونے والے واقعات کو قاری قرآن کے سامنے رکھ دیتا ہے۔

امام رازی نے اچھا لکھا:

مشاہدہ کا تعلق آنکھ سے ہے اور سماعت کا تعلق کان سے ہے اور ادراک کے لئے یہ اساسی ذرائع ہیں۔ قیامت کے سے واقعات دنیا میں کس آنکھ نے دیکھے ہیں وہ ہولناک آوازیں دنیا میں کس کان نے سنی ہیں اور یہ بھی کہ ادراک کے لئے سرچشمہ کا کام دماغ اور دل کرتے ہیں پریشان دماغ اور خوف زدہ دل کہاں اس قابل ہوں گے کہ کسی چیز کا ادراک کر سکیں۔ انسانی بے بسیوں کی تاریخ اور اس کے ہولناک انجام کی تصویر قرآن حکیم نے کتنے خوبصورت لفظوں میں پیش کی۔

وہ ناگہانی مصیبت

وہ دلدوز کڑک

وہ خوفناک کھٹک

کیا ہے وہ مصیبت

کیا ہے وہ کڑک؟

اور تو نہیں جان سکتا

کہ وہ ناگہانی مصیبت ہے کیا؟

بات تو صرف اتنی ہے کہ انسان اپنے انجام کی خبر رکھے اور وقوع آخرت کے مناظر پہلے ہی ذہن میں لائے اور صحت اعتقاد اور صحت عمل کا روحانی سفر احتیاط سے جاری رکھے۔

انسان جیسے زندگی بسر کرتا ہے ویسے ہی نتائج اس کے سامنے آتے ہیں

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝

وہ دن جب لوگ بکھرے ہوئے پتنگوں کی مانند ہو جائیں گے (۴)

قیامت کا وہ عظیم کھٹکہ "جب لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہو جائیں گے"۔ یہ ایک منظر ہے جس میں لوگوں کو پروانوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ زجاج نے یہی کہا ہے فراش "آگ اور روشنی کو دیکھ کر اپنے آپ کو اس پر پٹخ دیتا ہے"۔ کچھ موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں اور کچھ مبہوت ہو کر اڑ رہے ہوتے ہیں۔ انہیں اپنے اوپر قابو نہیں رہتا آگ یا چراغ ان کے لئے حادثہ ہوتی ہے وہ ادھر اور ادھر بکھرے پڑے ہوتے ہیں۔ ان کی ہلاکت کا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ رازی لکھتے ہیں کہ دوسرے مقام پر قرآن حکیم نے وقوع قیامت پر انسانوں کو ٹڈی دل سے تشبیہ دی ہے۔ پروانوں سے تشبیہ کا راز یہ ہے کہ وہ جب بکھرتے ہیں ان کی جہت اور سمت ایک نہیں ہوتی اور یہ خوف اور فزع کی علامت ہوتی ہے اور ٹڈی دل سے تشبیہ کثرت کی طرف اشارہ ہے، یعنی خوف اور دہشت کا عالم یہ ہوگا کہ کوئی ادھر گر رہا ہوگا اور کوئی ادھر گرا پڑا ہوگا، بعض بعضوں سے ٹکرا رہے ہوں گے۔ ٹڈی دل پروانوں کی نسبت بڑی ہوتی ہے۔ تشبیہ کی دو جہتیں، دو صورتیں سامنے لاتی ہیں کہ پہلے ٹڈی دل کی طرح بکھریں گے اور پھر پروانوں کی طرح سورج کی نیستی کے ساتھ موت کی آغوش میں چلے جائیں گے اور مغرور لوگوں کا غرور، متکبرین کا تکبر اور ڈھیٹ لوگوں کی ڈھٹائی سب اپنے انجام کو پہنچ جائے گی۔ مفسرین نے لکھا کہ اولین اور آخرین سب

ایک میدان میں جمع ہوں گے۔ سب انسان کمزور اور ضعیف ہوں گے۔ فزع ہر ایک پر طاری ہوگا البتہ بے تاب اور بے چین ہو کر ادھر ادھر پھرنا مومنین میں نہیں ہوگا وہ اپنی قبروں سے مطمئن اٹھیں گے۔۔۔۔''

پروانوں کی بکھری، مری اور سڑی لاشوں سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے

وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ ۞

اور پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے (۵)

انسان کو اس کے انجام سے آگاہ کرنے کے لئے قرآن مجید نے قیامت کا دوسرا منظر ظاہر فرمایا کہ پہاڑ بروز قیامت رنگ برنگی دھنی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے۔ سورہ الحاقہ میں کہا گیا ہے کہ زمینوں اور پہاڑوں کو اٹھا لیا جائے گا اور ایک ضرب شدید سے ان سب کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔ سورہ نمل میں بادلوں کی اڑنے سے تشبیہ دی گئی۔ یوں ہی سورہ مزمل کے اندر کہا گیا کہ پہاڑ ریت کے ٹیلوں کی طرح ہو جائیں گے اور سورہ ''النبا'' کے اندر اللہ پاک نے ارشاد فرمایا اور پہاڑ جلا دیئے جائیں گے اور ان کی حالت یہ ہوگی جیسے سراب ہوتا ہے۔

جس طرح مادہ رنگ بدلتا ہے، اسی طرح خیالات، اعمال اور افکار فنا نہیں ہوتے۔ ایک حالت دوسری حالت میں بدل جاتی ہے۔ حرکت صوتی دائروں میں تحلیل ہو جاتی ہے۔ آواز حرارت بن جاتی ہے گرمی، بجلی کی رو بن جاتی ہے۔ بجلی کی رو نور بن جاتی ہے اسی طرح کوئی کام ضائع نہیں ہوتا جیسا انسان زندگی بسر کرتا ہے ویسے ہی نتائج اس کے سامنے آتے ہیں۔

قیامت کا دھماکہ، کڑک اور کھٹکھٹہ نظام عدل کا اعلان کرے گا کہ انسان کو تمہیں سمجھایا گیا کہ غفلت بھری زندگی سے باز آؤ۔ معصیت ذلت ہے اور اطاعت وو فا عزت ہے۔

آیت میں پہاڑوں کے اڑنے کا منظر پیش کیا گیا وہ کیسے ہوگا۔ بعض کہتے ہیں ایک ستارہ زمین پر آکر ٹوٹے گا اور زمین کو پارہ پارہ کر دے گا اور اس کی دھمک اور ضرب شدید سے پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے اور یہ بھی کہا گیا کہ زمین کے اندر زلزلہ ہوگا جس سے زمین کا خول ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور بعض مفسرین نے لکھا کہ زمین اور آفتاب میں کشش نہ رہنے کی وجہ سے نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اسی دن عدل کا ترازو اللہ کے ہاتھ میں ہوگا۔

فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۞ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۞

تو اب جس کی تولیں بھاری رہیں (۶) تو اُس کا معاش من پسند ہوگا (۷)

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن اعمال باقاعدہ تولے جائیں گے، میزان کے دو پلڑے ہوں گے جن میں نیکیوں اور برائیوں کا وزن کیا جائے گا۔ امام رازی لکھتے ہیں موازین لفظ موزون کی جمع ہے اور اس سے مراد وہ عمل ہے جو اللہ کے نزدیک کوئی اہمیت رکھتا ہو۔ امام منصور ماتریدی کی باتوں سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ یہاں دراصل دو گروہ صفات متمیزہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے پیش فرمائے ہیں ایک مومن اور دوسرے کافر۔ وہ فرماتے ہیں مومنوں کا پلڑا بھاری ہوگا اور کافروں کا پلڑا ہلکا ہوگا۔ متکلمین کے نزدیک وہ صحیفے جن میں اعمال محفوظ کئے جاتے ہیں انہیں تولا جائے گا۔

قرآن مجید کا زور جس چیز پر ہے توجہ اسی پر مرکوز رہنی چاہیئے کہ کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ افکار، خیالات، اعمال، افعال یہ رائیگاں ہو جانے والی چیزیں ہیں، ایک ایسی ذات ہے جس نے میزان قائم کر رکھا ہے۔ کسی شخص کی کوئی بات اللہ کے قائم کئے ہوئے میزان سے باہر نہیں، نیکی اپنا وزن رکھتی ہے اور برائی اور بدی بے وزن چیز ہے۔

دوسری چیز جو سمجھنے والی ہے کہ آخرت میں دل پسند، عیش و مسرت سے ہمکنار اور خوبصورت سکونت اسی کا مقدر ہوگا جس کا پلڑا نیکی کے وزن نے جھکا دیا ہوگا۔ عمود تفسیر یہ ہوگا کہ حفاظت ایمان اور اعمال صالح کی روشنی ایک مسلمان کی زندگی میں ہر روز بڑھنی چاہیئے۔۔۔۔''

وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۞ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۞

اور جن کی تولیں ہلکی پڑ گئیں (۸) تو اُس کا ٹھکانہ 'ہاویہ' ہوگا (۹)

قرآن مجید کا انداز اور اسلوب ہمیشہ واضح رہتا ہے وہ ہر حقیقت کو براہین اور شواہد کے ساتھ پیش کرتا ہے اگر بات اتنی ہی کر دی جاتی کہ فلاح بروز قیامت مومنین کی ہے تو شاید کافی ہوتا لیکن قرآن اپنی دعوت کو ایک مخلص داعی کی حیثیت سے اٹھاتا ہے وہ جہاں ایمان کی شاہراہ پر استقامت سے چلنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے وہاں برائی کی طرف بڑھنے والوں کا وہ ہاتھ پکڑ لیتا ہے انہیں فہمائش کرتا ہے اپنی تنبیہات

کو وہ مؤثر اور سریع کرلیتا ہے۔ ہر زاویئے سے مخلصانہ دعوت ابھرتی ہے کہ برائیوں سے اٹی ہوئی زندگی سے نفرت پیدا ہو۔ سورہ ''القارعہ'' صرف ''ضرب ودھمک'' کی عکاسی نہیں کرتی ہے وہ نیک لوگوں کے سامنے دل پسند زندگی کا تحفہ رکھتی ہے اور کافرین اور اعمال کو بے وزن کردینے والے بےکردار لوگوں کو بتاتی ہے کہ جس کا پلڑا ہلکا رہا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔۔۔۔''

قرآن مجید کا انداز تعبیر کتنا دل میں اترنے والا اور حکیمانہ ہے کہ جس کے پیمانے ہلکے ہوئے تو اس کی ماں گہری کھائی ہے۔

دنیا میں رشتوں، ناتوں اور علائق میں جو تقدس ماں کی ممتا کو حاصل ہے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ماں ہر حالت میں شفقت دیتی ہے، سراپائے رحمت رہتی ہے۔ اس کے پاؤں کے نیچے جنت تلاش کی جاسکتی ہے۔ وہ کتنا بڑا بدبخت شخص ہوتا ہے کہ اس سے کرم روٹھ جائے۔ رحمت اس سے منہ موڑ لے۔ شفقتیں اپنے چہرے پر اس کے لئے چادر ڈال دیں بلکہ اس پر مستزاد بادنسیم ہی جہنم کی لو بن جائے۔

قرآن حکیم نے کہا وہ شخص جس کا پیمانہ جھکا نہ بلکہ اپنی خفت سے معلق ہوگیا تو دوزخ ہی اس کی ماں ہے۔

ھاویہ دوزخ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دوزخ کی جڑ ہے۔۔۔''

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝

اور تو کیا جانے کہ وہ کیا ہے (۱۰)

یہ آیت بتلاتی ہے کہ قرآن انسان کی فردِ عمل کے ساتھ اس کی روح میں اتر جاتا ہے اور اپنے انداز بیان کو تخاطب کا رنگ دے دیتا ہے ایسے جیسے قرآن والا اپنی مخلوق سے باتیں کررہا ہے اور ہولناک تعبیر سے اسے سمجھا رہا ہے کہ تجھے کیا معلوم کہ وہ ھاویہ کیا ہے؟

نَارٌ حَامِيَةٌ ۝

بھڑکائی ہوئی تیز گرم آگ ہے (۱۱)

سورت کا اختتام دو آتشیں کلمات کے ساتھ ہورہا ہے کہ وہ بھڑکتی ہوئی شعلہ خیز آگ ہے جو روٹھی ہوئی سخت دل ماں کی طرح اپنی جھولی سے آگ اگلے گی جو بدکردار اور بدمذہب شخص کو اپنی آغوش میں لے لے گی۔

ماں اور آگ دو لفظ
ذہنوں کی سرزمین کو ہلا کر رکھ دیتے ہیں اسلوب میں تلخی اور طنز بھی صراط مستقیم کی قیمت بتاتا ہے
کہ زندگی کی سوغات جب ملی ہوئی ہو
تو اسے بہتر استعمال کرنے
کی کوشش کرنی چاہیئے اور قیامت
کی دھمک آج ہی سن لینی چاہیئے۔۔۔۔
اور آج ہی پروانوں کی طرح بکھری
مری اور سڑی لاشوں سے عبرت حاصل کر
لینی چاہیئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
تاہم یہ حقیقت ہے کہ
مومنوں کے لئے عزت ہے
مسلمانوں کے لئے رحمت ہے
اور دل پسند زندگی کا حسن المآب ہے
لیکن یہ بخت والے ہی کو ملے گا۔
اے کریم رب! ہمیں اور ہمارے دوستوں
کو اس سے محروم نہ فرمانا۔
آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

✿ ✿ ✿

حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے

مفتی محمد صدیق ہزاروی

عن ابی ہریرة قال قال رسول اللہ ﷺ الایمان بضعة و سبعون شعبة فافضلها قول لاالہ الااللہ و ادناها اماطة الاذی عن الطریق والحیاء شعبة من الایمان (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان ص ۱۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ایمان کے ستر سے کچھ زائد یا (فرمایا) ساٹھ سے کچھ اوپر شعبے ہیں پس ان میں سے افضل "لاالہ الااللہ" (کلمہ طیبہ) پڑھنا اور کم ترین (شعبہ) راستے سے اذیت ناک چیز کو ہٹانا ہے اور حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔

ایمان، قلبی تصدیق کا نام ہے اور اعمال ایمان کی حقیقت میں داخل نہیں ہیں لیکن اعمال صالحہ، ایمان کی علامات اور اس کا تقاضا ہیں کیونکہ جو شخص ایمان کی صفت سے موصوف ہوتا ہے وہ اعمال صالحہ کا خوگر ہوتا ہے۔ اور یہ اعمال کے ایمان کی گواہی دیتے ہیں۔

اعمال کی تعداد ہمارے شمار اور گنتی سے باہر ہے ستر سے زائد شعبوں کا ذکر محض کثرت کی وجہ سے کیا گیا ہے ایمان کا سب سے بہترین اور افضل شعبہ کلمہ توحید کو قرار دیا گیا کیونکہ اسی کلمہ کی وجہ سے کسی شخص کے مسلمان ہونے کا پتہ چلتا ہے اور اسی کلمہ کی بنیاد پر اس کے اعمال معتبر شمار ہوتے ہیں لہٰذا جو شخص ضروریات دین یعنی وہ دینی امور جن کو کسی تدبر اور غور وفکر کے بغیر معلوم کیا جا سکتا ہے، کو دل سے تعلیم کرے اس شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ کلمہ طیبہ پڑھ کر اس کا ثبوت دے۔

راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا، عام طور پر معمولی کام سمجھا جاتا ہے بلکہ کوئی ایسی چیز راستے میں پھینکنا جس سے گزرنے والے کو ٹھوکر لگنے یا اس کے پھسلنے کا خدشہ ہوتا ہے، اسے بھی ایک عام اور معمولی بات سمجھا جاتا ہے اس سے اس کو ادنیٰ تعبیر کیا ورنہ ہر نیک عمل نہایت اہم ہے۔

حیاء کو ایمان کا شعبہ قرار دیا گیا کیونکہ حیاء ایسی صفت ایمانی تقاضے کے مطابق عمل کی راہ دکھاتی ہے اور جب نیک اعمال شعبہ ہائے ایمان ہیں تو وہ صفت جو نیک اعمال کا وسیلہ اور سبب ہو وہ ایمان کا اہم شعبہ ہوگا۔

حیا کا مفہوم یوں بیان کیا گیا ہے

الحیاء هو القباض النفس عن القبائح

نفس کا برے اعمال سے رک جانا حیاء ہے۔

(الموسوعۃ الاسلامیہ العامۃ ص ۵۸۱، قاہرہ، مصر)

حیا کی دو قسمیں ہیں

۱۔ جبلی ۲۔ کسبی

جبلی یعنی فطری اور طبعی حیا وہ ہے جو لوگوں کی فطرت میں داخل ہے کہ اس کام کو چھوڑ دیا جائے جو دل میں کھٹکتا ہے اور انسان اس عمل پر لوگوں کے مطلع ہونے سے ڈرتا ہے۔

اور کسبی حیاء ان کاموں کو چھوڑنے کا نام ہے جن کو شریعت نے قابل مذمت قرار دیا ہے

گویا حیا ایک ایسی صفت ہے جو برے کاموں اور ممنوعات شرعیہ سے روک دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ جو شخص حیا سے خالی ہو اس کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ حدیث شریف میں ہے:

اذا لم تستحی فاصنع ماشئت (صحیح بخاری، جلد دوم ص ۹۰۴)

جب تمہارے اندر حیا نہ ہو تو جو کام چاہو کرو۔ یعنی جب برے کاموں سے روکنے والی چیز حیاء ہے اور جب کسی شخص میں حیا نہ ہوتو اسے کسی برائی کے ارتکاب میں رکاوٹ نہیں ہوتی۔ حیاء ایک ایسی اہم صفت ہے جس کا ذکر ہر نبی کی نبوت میں رہا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان مما ادرک الناس من کلام النبوة الاولیٰ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت

(صحیح بخاری جلد دوم ص ۹۰۴)

لوگوں نے پہلی نبوت سے جو باتیں پائی ہیں ان میں یہ بات بھی ہے کہ جب تم میں حیا نہ ہو تو جو عمل چاہو کرو۔

علماء کرام فرماتے ہیں:

انسان کے لئے حیا کے حصول میں جو چیز مددگار رہے وہ یہ ہے کہ وہ ظاہر اور پوشیدہ دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ اپنے اوپر انعامات الٰہیہ کو یاد رکھے اور یہ خیال کرے کہ وہ ان نعمتوں کا شکر ادا نہیں کر سکتا پس وہ اللہ کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں استعمال کرنے سے حیا کرے۔ (الموسوعۃ الاسلامیۃ العامۃ۔ ص ۵۸۱)

حیا اور جھجک میں فرق ہے حیا قابل تعریف ہے اور جھجک غیر پسندیدہ ہے کیونکہ حیا برے کاموں سے روکتا ہے اور جھجک یا بزدلی اچھے کاموں کے راستے میں رکاوٹ بنتی ہے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

نعم النساء لنسا الانصار لم یمنعھن الحیاء ان یتفقھن فی الدین (صحیح بخاری، جلد اول، ص۲۴) انصار کی عورتیں بہترین عورتیں ہیں ان کو حیا دین کی سمجھ اور علم حاصل کرنے سے نہیں روکتا۔ گویا اچھے کاموں سے حیا ناپسندیدہ ہے اور اسی کا نام جھجک ہے وہ حیا پسندیدہ ہے جو برے کاموں سے روکے۔

اللہ تعالیٰ نے حیا کے سلسلے میں انسانی طبیعتوں کا لحاظ رکھا ہے۔ چنانچہ مرد کے مقابلے میں عورت میں حیا زیادہ ہوتا ہے اسی طرح عام عورتوں کے مقابلے میں نوجوان لڑکیوں میں حیا زیادہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اسلام نے عورتوں کے ساتھ نرمی کا انداز اختیار کیا اور ان کو نماز باجماعت اور جمعۃ المبارک کی حاضری سے مستثنیٰ کیا اور جب عورتوں سے نکاح اور شریک حیات کے بارے میں رائے لینے کا نظام قائم کیا تو باکرہ اور ثیبہ کے درمیان فرق رکھا۔

ثیبہ وہ عورت ہے۔ جس کا پہلے نکاح ہوا پھر اس کا خاوند مر گیا یا اسے طلاق ہوگئی اور باکرہ کنواری لڑکی کو کہا جاتا ہے چونکہ ثیبہ عورت کا پہلے کسی مرد سے میل جول ہو چکا ہوتا ہے اس لئے وہاں حیا کم ہوتا ہے اور کنواری لڑکی کا ابھی کسی مرد سے میل جول نہیں ہوا کیونکہ اس سے پہلے وہ کسی کے نکاح میں نہیں آئی اس لئے اس میں حیا زیادہ ہوتا ہے۔ اسی بنیاد پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

لا تنکح الثیب حتی تستا مر ولا البکر الا باذنھا قالو ا یارسول اللہ و ما اذنھا قال ان تسکت (سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، جلد اول ص ۳۰۲)

ثیبہ (بیوہ یا مطلقہ) عورت سے نکاح نہ کیا جائے جب تک اس کی رائے معلوم نہ کی جائے اور کنواری لڑکی سے نکاح نہ کیا جائے حتیٰ کہ اس سے اجازت لی جائے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کی اجازت کس طرح ہوگی؟ فرمایا اس کا خاموش رہنا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ بیوہ یا مطلقہ عورت کا جب نکاح کیا جائے تو اس کا منہ سے بولنا ضروری ہے کہ اسے فلاں شخص قبول ہے لیکن کنواری عورت کے لئے یہ بات ضروری نہیں بلکہ اس کا خاموش رہنا بھی اس کی طرف سے اجازت شمار ہوگی۔

کیونکہ اس میں حیا زیادہ ہوتا ہے اور وہ حیا کی وجہ سے زبان سے اظہار نہیں کرتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حکومتی معاملات یا ان اداروں کے معاملات جہاں مرد حضرات بھی کام کر رہے ہوں، خواتین کے لئے وہاں کام کرنا مشکل ہوتا ہے کیونکہ اس کا حیا اس کے راستے میں حائل ہوتا ہے اسی وجہ سے مرد و عورت کا دائرہ کار الگ الگ رکھا گیا ہے اور یہ عورت پر ظلم نہیں جس طرح مغرب زدہ طبقہ کہتا ہے بلکہ اس میں عورت کی بھلائی ہے کہ وہ گھر کی ذمہ داری نبھائے یا وہاں کام کرے جہاں مخلوط نظام نہ ہو اسی طرح اس کی عزت بھی محفوظ رہتی ہے اور حیا بھی باقی رہتا ہے۔

حیا اللہ تعالیٰ کی صفت بھی ہے اور رسول اکرم ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے صفت حیا سے موصوف فرمایا

سنن ابی داؤد میں ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ حیی کریم یستحی من عبدہ اذا رفع یدیہ ان یردھما صفرا

اللہ تعالیٰ بہت حیا فرمانے والا اکریم ہے وہ بندے سے حیا فرماتا ہے کہ جب وہ اس کی طرف اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ ان کو خالی لوٹائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الدعوات، ص ۱۹۵)

اللہ تعالیٰ کے لئے جب کوئی صفت ذکر کی جاتی ہے تو اس کا نتیجہ مراد ہوتا ہے لہٰذا اس سے مراد اس کا معاف کرنا اور مزید عطا کرنا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے بارے میں حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ اس کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیا فرماتے تھے جو اپنے پردے میں بھی حیا کرتی ہے۔ (صحیح بخاری، جلد ۲، ص ۹۰۳)

اگرچہ حیا اللہ تعالیٰ کی صفت بھی ہے، رسول اکرم ﷺ کی صفت بھی اور عام انسانوں کی صفت بھی ہے لیکن ہر جگہ اس کا مفہوم منفرد اور ممتاز ہے۔

اسی لئے کہا گیا ہے کہ حیا کی مختلف اور متعدد اقسام ہیں

۱۔ حیاء جنایت: اپنے گناہ کا حیاء، جس طرح حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش پر حیا فرمایا پوچھا گیا آپ ہم سے فرار ہو رہے ہیں عرض کیا نہیں بلکہ اے اللہ ﷻ تجھ سے حیا آ رہی ہے۔

۲۔ حیاء تقصیر: جب کوتاہی ہوئی کوتاہی کا احساس ہو تو یہ حیاء تقصیر کہلاتا ہے جس طرح فرشتے کہتے ہیں سبحانک ما عبدناک حق عبادتک (اے اللہ) تو پاک ہے ہم نے اس طرح عبادت نہیں کی جس طرح تیری عبادت کا حق ہے

۳۔حیاءِ اجلال: کسی کی بزرگی کے سامنے حیاء کرنا جس طرح حضرت اسرافیل علیہ السلام نے اللہ عزوجل سے حیا کرتے ہوئے اپنے پَروں کو اپنے اوپر اوڑھ لیا

۴۔حیاءِ کرم: یعنی کوئی کریم کسی دوسرے کی کوتاہی دیکھ کر بھی اسے کچھ کہتے ہوئے حیاء محسوس کرتا ہے، نبی کریم ﷺ کے ہاں جب دعوت ولیمہ پر لوگ آئے اور پھر وہاں گفتگو کرنے بیٹھ گئے تو رسول اکرم ﷺ اپنے کرم کی وجہ سے ان کو اٹھنے اور چلے جانے کے بارے میں بطور حیا نہ کہہ سکے۔

بعض اوقات کوئی استاذ یا کوئی بڑی شخصیت اپنے شاگرد یا خادم کو بازار سودا لینے بھیجتے ہیں اور پھر بطور حیا نہیں پوچھتے کہ کچھ پیسے بچے ہیں یا نہیں بلکہ وہ یوں کہتے ہیں کہ رقم پوری ہوگئی مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص شرمندہ نہ ہو ایسے لوگوں کے حوالے سے خود احساس کرنا ضروری ہے۔ حضرت مطرف بن شخیر رحمۃ اللہ فرماتے تھے جب تم لوگوں کو مجھ سے کوئی کام ہو تو مجھے رقعہ لکھ دیا کرو میں کسی کے چہرے پر حاجت کی ذلت کو پسند نہیں کرتا (رسالہ قشیریہ، سخاوت کا بیان)

۵۔حیاءِ حشمت: کسی کی عزت واحترام کے پیش نظر اس سے حیا کرنا جیسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے اپنے نکاح میں ہونے کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ سے مذی کا حکم پوچھنے میں حیا فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے فرمایا اور انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا۔

۶۔حیاءِ استحقار: کسی چھوٹی چیز کے بارے میں بڑی ذات سے سوال کرنے میں حیاء کرنا حیاءِ استحقار ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے دنیا کی کسی چیز کی حاجت ہوتی ہے تو مجھے حیاء آتی ہے کہ چھوٹی سی چیز کے بارے میں اپنے رب سے سوال کروں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھ سے مانگیں حتیٰ کہ آٹے میں ڈالے جانے والے نمک اور اپنی بکری کے چارے کا بھی مجھ سے سوال کریں۔

۷۔حیاءِ انعام: یہ اللہ تعالیٰ کا حیاء ہے کہ جب بندہ پل صراط کو عبور کرلے گا تو وہ بندے کو ایک مہر لگا ہوا مکتوب دے گا تو اس میں لکھا ہوگا تم نے جو عمل کیا سو کیا لیکن مجھے اس بات سے حیاء آتی ہے کہ میں اس کو تمہارے سامنے ظاہر کروں بے شک میں نے تجھے بخش دیا۔ (الرسالۃ القشیریہ، ص ۲۵۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

حیاء اس قدر ضروری ہے کہ قلت حیاء کو بدبختی کی علامات میں سے قرار دیا گیا حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پانچ باتیں بدبختی کی علامات ہیں

۱۔دل کی سختی ۲۔آنکھوں کا جمود (آنسوؤں کا نہ نکلنا) ۳۔قلتِ حیاء

۴۔دنیا میں رغبت ۵۔لمبی امید

بعض کتب میں اس طرح آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

میرے بندے نے مجھ سے انصاف نہیں کیا وہ مجھے پکارتا ہے تو میں اس کے سوال کو رد کرنے سے حیاء کرتا ہوں لیکن وہ نافرمانی کرتے ہوئے مجھ سے حیا نہیں کرتا۔ (ایضاً ص ۲۵۲)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حیاء ایک ایسی صفت ہے جو انسانوں کو اپنے رب کی نافرمانی سے روکتی ہے، دوسروں کی عزت اور احساسات کو مجروح کرنے میں رکاوٹ بنتی ہے اور اسی صفت حیاء کی وجہ سے سخاوت و کرم جیسی اعلیٰ صفات جنم لیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس وصف عظیم سے موصوف فرمائے۔ آمین بجاہ نبیہ الکریم علیہ التحیۃ و التسلیم۔

ہمارے پیارے آقا ﷺ:

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ عرب کے مشہور شہر مکہ میں بارہ ربیع الاول کو پیر کے دن صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے۔ عیسوی لحاظ سے آپ کی تاریخ ولادت ۲۰ اپریل ۵۷۱ء ہے۔ تمام دنیا کے مسلمان حضور اکرم نور مجسم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں ہر سال بارہ ربیع الاول کو نہایت عقیدت و محبت سے عید میلاد النبی ﷺ مناتے ہیں۔

ہر نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے البتہ اعلانِ نبوت وہ اس وقت کرتا ہے جب اللہ تعالیٰ کا حکم آ جائے۔ آقا و مولیٰ ﷺ کا فرمان عالیشان ہے، ''میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق نہیں کیا گیا تھا''۔ (۱)

نبوت کے اعلان سے قبل بھی نبی کریم ﷺ کی ذات پاک سے نبوت کی علامات ظاہر ہوئیں۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے ''میری والدہ ماجدہ نے میری پیدائش کے وقت دیکھا کہ ان سے ایسا نور نکلا جس سے ملک شام کے محلات روشن ہو گئے''۔ (۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آقائے دو جہاں ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ کے گرد و نواح میں گئے تو ہم نے دیکھا کہ جو درخت یا پتھر رسولِ معظم نورِ مجسم ﷺ کے سامنے آتا وہ یہ کہتا **السلام علیک یا رسول اللہ**۔ (۳)

سرکارِ دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے ''میں مکہ کے اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو میرے اعلانِ نبوت سے قبل مجھے سلام کیا کرتا تھا''۔ (۴)

نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور آخری رسول ہیں آپ کے والد ماجد کا نام حضرت عبداللہ ؓ اور والدہ ماجدہ کا نام حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا ہے۔ آپ ﷺ کے والد آپ کی پیدائش سے چھ ماہ قبل وفات پا گئے تھے۔ عرب کے رواج کے مطابق آپ ﷺ کی پرورش حضرت بی بی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے کی جب آپ ﷺ کی عمر چھ سال ہوئی تو آپ کی والدہ بھی انتقال کر گئیں اس طرح آپ بچپن ہی میں یتیم ہو گئے۔

والدین کے انتقال کے بعد آپ ﷺ کی پرورش آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے کی۔ جب آپ ﷺ کی عمر آٹھ سال ہوئی تو آپ کے دادا بھی وفات پا گئے پھر آپ کی پرورش آپ کے چچا حضرت ابو طالب نے کی۔ حضور ﷺ بچپن ہی سے کھیل کود کی طرف مائل نہ ہوئے۔ آپ فضول باتوں اور لغو کاموں سے دور رہتے۔ آپ ﷺ کے پسندیدہ اخلاق کی وجہ سے اعلانِ نبوت سے پہلے ہی لوگ آپ کو ''صادق'' (سچا) اور ''امین'' (امانت دار) کے لقب سے پکارنے لگے۔

بارہ برس کی عمر میں آپ ﷺ نے اپنے چچا کے ساتھ ملک شام کی طرف پہلا تجارتی سفر کیا پھر رفتہ رفتہ تجارتی کاموں میں آپ ان کا ہاتھ بٹانے لگے۔ آپ ﷺ ہمیشہ سچ بولتے، جب کوئی وعدہ کرتے تو ضرور پورا کرتے۔ آپ نہ تو کسی کو دھوکہ دیتے اور نہ ہی امانت میں خیانت کرتے۔ انہی اعلیٰ خوبیوں کے باعث آپ ﷺ جلد ہی ایک دیانت دار تاجر کی حیثیت سے مشہور ہو گئے۔

آپ ﷺ نے پچیس سال کی عمر میں پہلا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کیا جو نہایت پاکیزہ اخلاق والی بیوہ تھیں۔ چالیس سال کی عمر میں آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ پھر آپ نے نبوت کا اعلان فرمایا اور دینِ حق کی تبلیغ شروع کر دی۔ کفار و مشرکین آپ کے دشمن ہو گئے۔

نبوت کے تیرہویں سال آپ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور کچھ ہی عرصہ میں یہاں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی۔ کافروں سے متعدد جنگیں ہوئیں جن میں بدر، اُحد، خندق اور خیبر کی جنگیں زیادہ مشہور ہیں۔ رفتہ رفتہ عرب کے علاوہ دور دراز کے ملکوں تک اسلام کی روشنی پھیل گئی۔

رسول کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کی تعداد گیارہ ہے جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا	حضرت سودہ رضی اللہ عنہا
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا
حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا	حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا
حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا
حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا	حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا
حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا	

حضور ﷺ کی اولاد کی تعداد سات ہے:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا	حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا
حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا	حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا
حضرت قاسم رضی اللہ عنہ	حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

نبی کریم ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئی سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے جو آپ کی باندی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔ بارہ ربیع الاول پیر کے دن آقا و مولیٰ ﷺ کا وصال ہو گیا۔(۵)

تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ سب انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، وہ نمازیں پڑھتے ہیں اور رزق دیے جاتے ہیں۔(۶)

آقائے دو جہاں ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے، ''جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ کے وصال کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا'' ہاں میرے وصال کے بعد بھی۔ بیشک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے''۔(۷)

والدین کی محبت و تعظیم:

آقائے دو جہاں ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، ''جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے''۔(۸) ایک شخص نے بارگاہِ نبوی میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! والدین کا اولاد پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا، وہ دونوں تیری جنت اور دوزخ ہیں یعنی ان کو راضی رکھنے سے تجھے جنت ملے گی اور انہیں ناراض رکھنے کا انجام دوزخ ہے(۹)۔

آقا و مولیٰ ﷺ کی تعلیمات کا خلاصہ یہی ہے کہ ہم اپنے والدین کا ادب کریں اور ان کا کہنا مانیں۔ اگر وہ بوڑھے ہو گئے ہوں تو ان کی ضروریات کا زیادہ خیال رکھیں اور کوئی ایسی بات نہ کریں جو انہیں ناگوار ہو۔ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوتا ہے اور اس کا محبوب رسول ﷺ بھی۔

نبی کریم ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ ﷺ آپ کی پیدائش سے پہلے وصال فرما چکے تھے اس لیے آپ اپنی والدہ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ آپ اکثر ان باتوں کو یاد فرماتے جو آپ نے اپنی والدہ کے قیام کے دوران مدینہ منورہ میں دیکھی تھیں۔ آپ جب اس مکان کو دیکھتے جہاں آپ کی والدہ ماجدہ ٹھہری تھیں تو آپ فرماتے، مجھے یاد ہے کہ اس مکان میں میری والدہ نے قیام فرمایا تھا اور آنے جانے والے یہودی میری طرف دیکھ کر کہا کرتے تھے کہ یہ اس امت کا نبی ہے اور ایک دن ہجرت کر کے شہر مدینہ میں آئے گا مجھے یہ سب باتیں یاد ہیں۔(۱۰)

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ سے کس قدر محبت تھی اس کا اندازہ اس بات سے کیجیے کہ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضور ﷺ ان کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت انہوں نے فرمایا،'' ہر زندہ مر جائے گا اور ہر نئی چیز پرانی ہو جائے گی۔ میں بھی فوت ہو جاؤں گی مگر میرا ذکر ہمیشہ زندہ رہے گا کیونکہ میں نے ایک نیک بخت یادگار چھوڑی ہے اور ایک پاکیزہ ہستی کو جنم دیا ہے''۔(۱۱)

رضاعی والدہ کا ادب:

سرکارِ دو عالم ﷺ نے سات دن تک اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا پھر چند دن تک حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو دودھ پلایا۔ اس نسبت سے حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا آپ کی رضاعی والدہ ہیں۔ آقا کریم ﷺ ان کا بہت احترام کرتے تھے اور اکثر انہیں مدینہ طیبہ سے کپڑے اور دوسرے تحفے بھیجتے تھے۔(۱۲)

یہ ابولہب کافر کی وہی لونڈی تھیں جنہیں اُس نے حضور ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں آزاد کر دیا تھا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ابولہب کے مرنے کے بعد حضرت عباس رضہ اللہ عنہ نے اسے خواب میں بہت بری حالت میں دیکھا اور پوچھا، مرنے کے بعد تیرا کیا حال رہا؟ ابولہب نے کہا، تم سے جدا ہو کر میں نے کوئی راحت نہیں پائی سوائے اس کے کہ مجھے (اپنی انگلی چوس لینے سے) تھوڑا سا پانی مل جاتا ہے کیونکہ میں نے محمد ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں (اس انگلی کے اشارے سے) ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔

محدثین فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کی پیدائش کی خوشی منانے کی وجہ سے ابولہب جیسے کافر کے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے حالانکہ اس نے بھتیجا پیدا ہونے کی خوشی منائی تو ان ایمان والوں کو کتنا ثواب دیا جائے گا جو رسول اللہ ﷺ کے میلاد کی خوشی مناتے ہیں اور اس پر مال خرچ کرتے ہیں۔ ان کی جزا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انہیں جنت میں داخل فرما دے گا۔(۱۴)

عرب میں رواج تھا کہ بچوں کو اچھی آب و ہوا میں پرورش کے لیے دیہات میں بھیج دیتے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کو حضرت حلیمہ سعدیہ اپنے ساتھ لے گئیں اور انہوں نے آپ کی پرورش کی۔ آپ ﷺ کی برکت سے ان کے کمزور جانور فربہ ہو گئے اور ان کی لاغر بکریاں دودھ دینے لگیں۔ چند ہی دنوں میں یہ گھرانہ خوشحال ہو گیا۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہمارے گھر بے شمار برکتوں کا نزول دیکھ کر سب قبیلے والوں کے دلوں میں حضور ﷺ کی عظمت و محبت پیدا ہو گئی یہاں تک کہ جب قبیلے کا کوئی آدمی یا جانور بیمار ہو جاتا تو وہ اس کو لے کر ہمارے گھر آ جاتے اور آپ ﷺ کا مبارک ہاتھ مریض کے

جسم پر پھیرتے تو وہ تندرست ہوجاتا۔(۱۵)

آقائے دوجہاں حبیبِ کبریا ﷺ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت واحترام سے پیش آتے تھے۔حدیث شریف میں آیا کہ ایک مرتبہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا ملنے آئیں تو آپ ﷺ میری ماں، میری ماں کہہ کر جوشِ محبت سے ملے اور ان کے لیے اپنی چادر بچھادی۔

ایک اور موقع پر انہوں نے حاضر ہوکر قحط سالی کی شکایت کی تو آقا کریم ﷺ نے انہیں چالیس بکریاں اور سامان سے لدا ہوا ایک اونٹ بھی عطا فرمایا۔(۱۶)

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آقا ومولیٰ ﷺ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر تشریف لے جاتے تھے۔(۱۷)

والدہ کے بعد قابلِ احترام:

نبی کریم ﷺ اپنی آیا حضرت امّ ایمن رضی اللہ عنہا کا بھی بہت خیال رکھتے تھے جو آپ کے والد حضرت عبداللہ ﷺ کی لونڈی تھیں اور جنھوں نے بچپن میں آپ کے کپڑوں کی دھلائی اور دیگر ضروریات کا خیال رکھا تھا۔آپ ﷺ اپنی والدہ ہی کی طرح ان کا ادب و احترام فرماتے تھے۔آپ کا ارشادِ گرامی ہے،''امّ ایمن رضی اللہ عنہا میری ماں کے بعد میری ماں کی جگہ ہیں''۔(۱۸)

ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں دعا کی درخواست کی۔حضور ﷺ نے فرمایا''تم اپنی والدہ سے اچھا سلوک کرو''۔اس نے عرض کی، میری والدہ فوت ہوچکی ہیں۔آپ نے فرمایا''پھر تم اپنی خالہ کے ساتھ بھلائی کرو''۔معلوم ہوا کہ والدین کے بعد اُن کے قریبی رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا چاہیے۔

حضور ﷺ کی والدہ کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے آپ کی پرورش فرمائی۔ آپ کو ان سے بہت محبت تھی جب ان کا انتقال ہوا تو پہلے حضور ﷺ خود کچھ دیر ان کی قبر میں لیٹے پھر آپ نے اپنی مبارک چادر ان کے کفن کے لیے عطا فرمائی۔

انہیں دفن کرنے کے بعد آپ ان کے لیے دیر تک دعا فرماتے رہے پھر ارشاد فرمایا یہ میری ماں کی طرح ہیں میری والدہ کے بعد انہوں نے نہایت محبت وشفقت سے میری پرورش کی۔میں ان کی قبر میں اس لیے لیٹا تا کہ میری برکت سے انہیں قبر میں کوئی تکلیف نہ ہو اور اپنی چادر کا کفن اس لیے دیا تا کہ وہ اس کی برکت سے دوزخ کی آگ سے محفوظ رہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ آقا کریم ﷺ نے ان کی قبر پر کھڑے ہوکر فرمایا،''اے میری ماں! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔آپ میری ماں کے بعد ماں تھیں، آپ خود بھوکی رہتیں مگر مجھے کھلاتی تھیں اور آپ کو خود لباس کی ضرورت ہوتی مگر مجھے پہناتی تھیں''۔(۱۹)

ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اپنے والدین اور اپنے بڑوں کا ادب واحترام کریں اور ان کے انتقال کے بعد ان کے لیے رحمت ومغفرت کی دعا کرتے رہیں۔والدین کی وفات کے بعد ان کے حقوق کے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے''ان کے لیے رحمت ومغفرت کی دعا کرنا، ان کے کیے ہوئے وعدے پورے کرنا، ان کے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا اور ان کے دوستوں کا احترام کرنا''۔(۲۰)

بچوں پر رحمت:

حضور ﷺ سارے جہانوں کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے۔آپ جس طرح بڑوں کے لیے رحمت ہیں اسی طرح بچوں کے لیے بھی رحمت ہیں۔آپ ﷺ بچوں پر بہت شفقت فرماتے،انہیں اپنے پاس بلاتے ان کے سر پر محبت سے اپنے مبارک ہاتھ پھیرتے اور ان کے لیے دعا فرماتے۔جب ننھے ننھے بچے آپ ﷺ کی خدمت میں لائے جاتے تو آپ انہیں اپنی گود میں لے لیتے اور خوب پیار کرتے۔آپ کا ارشاد ہے کہ بچے تو اللہ تعالیٰ کے باغوں کے پھول ہیں۔(۲۱)

ایک روز امّ قیس رضی اللہ عنہا اپنے شیر خوار بچے کو بارگاہِ نبوی ﷺ میں لے کر آئیں۔آپ نے نہایت شفقت سے ان کے بچہ کو اپنی گود مبارک میں لے لیا۔اس بچے نے پیشاب کر دیا۔آقا کریم ﷺ نے اس پر پانی بہا دیا اور کوئی ناراضگی بھی ظاہر نہ فرمائی۔(۲۲)

آپ ﷺ صرف مسلمان بچوں سے ہی شفقت ورحمت کا سلوک نہ فرماتے بلکہ آپ کو غیر مسلموں کے بچوں سے بھی ہمدردی تھی اس لیے آپ مسلمانوں کو جہاد پر روانہ کرتے وقت نصیحت فرماتے،خبر دار! بچوں کو ہرگز قتل نہ کرنا۔

ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا،''ہر جان خدا تعالیٰ کی فطرت پر پیدا ہوتی ہے بعد میں اس کے کافر والدین اسے کافر بنادیتے ہیں''۔(۲۳)

رحمتِ عالم ﷺ صرف انسانوں کے بچوں کے لیے ہی نہیں بلکہ جانوروں کے بچوں کے لیے بھی رحمت ہیں۔ایک شخص نے کسی پرندے کے بچے پکڑ لیے تھے۔آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ ان بچوں کو وہیں رکھ آؤ جہاں سے لائے ہو۔(۲۴)

اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جانوروں کو تنگ کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کا واقعہ بیان فرمایا جس نے کنوئیں سے اپنے موزے کے ذریعے پانی نکال کر ایک پیاسے کتے کو پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس نیکی پر اسے بخش دیا۔ صحابہ کرام نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! کیا جانوروں کے ساتھ اچھے سلوک کا اجر ملتا ہے؟ آپ نے فرمایا، ''ہر جاندار کے ساتھ بھلائی کا ثواب ہے''۔(۲۵)

بچیوں پر رحمت:

اسلام کی روشنی پھیلنے سے قبل لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں زمانۂ جاہلیت کا یہ واقعہ سنایا۔ یارسول اللہ ﷺ! ہم دورِ جاہلیت میں لڑکی کو مار ڈالتے تھے۔ میرے گھر ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جب وہ کچھ بڑی ہو گئی تو میں نے اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ میں نے اسے گھر سے باہر بلایا، وہ خوشی خوشی میرے ساتھ آ گئی۔

میں اسے لے کر ایک کنوئیں پر پہنچا اور اسے منڈیر پر کھڑا کر دیا۔ وہ مجھے پیار سے ابا جان کہتی رہی اور میں نے اسے دھکا دے کر کنوئیں میں گرا دیا۔ یہ سن کر حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بہنے لگے۔ آپ نے فرمایا یہ قصہ پھر سناؤ۔ اس نے یہ قصہ پھر سنایا تو آقا ﷺ اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔(۲۶)

رحمتِ عالم ﷺ نے نہ صرف لڑکیوں کے قتل کی سختی سے ممانعت فرمائی بلکہ مسلمانوں کو یہ تعلیم بھی دی کہ لڑکی کی پیدائش پر غمگین ہونا ہرگز جائز نہیں۔ اولاد لڑکا ہو یا لڑکی، اللہ تعالیٰ کی نعمت ہوتی ہے آپ نے لڑکیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والوں کے لیے جنت کی خوشخبری دی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا، ''جس شخص پر بیٹیوں کی ذمہ داری ڈالی گئی اور اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا یعنی ان کی اچھی تربیت کر کے نکاح کر دیئے تو یہ بیٹیاں اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کی دیوار بن جائیں گی''۔(۲۷)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت اپنی دو بچیوں کے ساتھ میرے پاس آئی اور اس نے مجھ سے کچھ کھانے کو مانگا۔ میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا، میں نے وہی اسے دے دی۔ اس عورت نے کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور دونوں لڑکیوں کو دے دی اور خود نہ کھائی۔

جب حضور ﷺ تشریف لائے تو میں نے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، جس کو اللہ تعالیٰ نے بیٹیاں دی ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو وہ بیٹیاں اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کا وسیلہ ہو جائیں گی۔(۲۸)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ لڑکیوں کی اچھی پرورش کرنا زیادہ اجر و ثواب کا باعث اور نجات کا وسیلہ ہے۔

بیٹیوں کو بیٹوں کے برابر باعزت مقام دلوانا حضور ﷺ کی بچیوں پر خاص رحمت ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جس کے گھر لڑکی ہو اور وہ اسے زندہ دفن نہ کرے اور نہ تو اس کی توہین کرے اور نہ ہی بیٹوں کو اس پر ترجیح دے، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا''۔(۲۹)

آپ ﷺ کا ایک اور ارشادِ گرامی ہے کہ ''اپنی اولاد کو برابر برابر دو، اگر میں کسی کو فضیلت دیتا تو لڑکیوں کو فضیلت دیتا''۔(۳۰) ایک اور حدیث پاک میں فرمایا گیا، ''اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ تم اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو یہاں تک کہ بوسہ لینے میں بھی''۔(۳۱)

آقائے دو جہاں ﷺ کا ارشاد ہے، جب کسی کے گھر لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیجتا ہے جو آ کر کہتے ہیں اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو۔ یہ کمزور جان ہے جو ایک کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے، جو اس کی پرورش اور نگہبانی کرے گا اسے قیامت تک اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل رہے گی۔(۳۲)

حضور ﷺ کی اپنی اولاد سے محبت:

آقا و مولیٰ ﷺ رحمت و محبت کا مجسم پیکر تھے۔ آپ جس طرح سارے بچوں سے محبت کرتے، ایسے اپنی اولاد سے بھی بے حد محبت فرماتے تھے۔ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ انہوں نے بہت کم عمر میں وفات پائی۔ ان کے انتقال سے کچھ دیر قبل نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور انہیں اپنی مبارک گود میں اٹھا لیا۔ ان کی آخری سانس جاری تھی، یہ دیکھ کر رؤف و رحیم آقا ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

ایک صحابی نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! آپ رو رہے ہیں؟ فرمایا، ''یہ تو محبت اور رحمت ہے۔ آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل غم زدہ ہے لیکن ہم وہی کہیں گے جو ہمارے رب کی مرضی ہے۔ اے ابراہیم! ہم تیری جدائی میں بہت غمزدہ ہیں''۔(۳۳)

اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ دونوں بیٹے حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ

رضی اللہ عنہا بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے۔ آپ اپنی بیٹیوں حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت امّ کلثوم اور حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنھن) سے بہت محبت کرتے تھے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا ان میں سب سے بڑی تھیں جب ان کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ بہت افسردہ اور غمگین ہوئے۔ آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ نے فرمایا، ''زینب میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی''۔ آپ نے ان کے کفن کے لیے اپنی چادر بھی عطا فرمائی تا کہ انہیں برکت حاصل ہو۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا بیٹا علی رضی اللہ عنہ کم عمری ہی میں وفات پا گیا جبکہ ان کی بیٹی جس کا نام امامہ رضی اللہ عنہا تھا حضور ﷺ کو بہت پیاری تھیں۔ ۸ ھ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد سے ۱۱ھ تک ان کی پرورش ان کے نانا نبی کریم ﷺ ہی نے فرمائی۔ ایک بار حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے ایک قیمتی انگوٹھی بارگاہِ رسالت میں بطور تحفہ بھیجی۔ آپ نے فرمایا یہ انگوٹھی میں اسے دوں گا جو مجھے بہت پیارا ہے۔ پھر آپ نے وہ انگوٹھی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کی انگلی میں پہنا دی۔

آپ ﷺ کو امامہ سے اس قدر پیار تھا کہ جب وہ آپ کی گود میں ہوتیں اور نماز کا وقت آ جاتا تو آپ انہیں اپنے مبارک کندھوں پر سوار کر لیا کرتے، جب رکوع میں جاتے تو ننھی امامہ کو آہستہ سے اتار دیتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تو دوبارہ کندھوں پر سوار کر لیتے۔ (۳۴)

نبی کریم ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد ۲ھ میں ان کا وصال ہو گیا تو حضور ﷺ بہت غمزدہ ہوئے اور آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ ان کے اکلوتے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بھی بہت چھوٹی عمر میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد آپ نے اپنی تیسری صاحبزادی حضرت امّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ کے نکاح میں نبی کریم ﷺ کی دو بیٹیاں آئیں اس لیے آپ کو ''ذوالنورین'' کہا جاتا ہے۔

نکاح کے چھ سال بعد حضرت امّ کلثوم رضی اللہ عنہا بھی وفات پا گئیں۔ حضور ﷺ نے کفن کے لیے اپنی چادر عطا فرمائی اور خود نمازِ جنازہ پڑھائی۔ جب انہیں قبر میں اتارا جا رہا تھا تو نبی کریم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (۳۵)

آقا و مولیٰ ﷺ کی سب سے چھوٹی اور چہیتی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ یہ آپ کے وصالِ ظاہری تک زندہ تھیں۔ حضور ﷺ کی ان سے محبت کا اندازہ اس حدیث پاک سے لگایا جا سکتا ہے کہ ''فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا''۔ آپ کا یہ بھی ارشاد ہے، ''فاطمہ مجھے سب لوگوں سے زیادہ پیاری ہے''۔ (۳۶)

آپ ﷺ جب سفر پر جاتے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مل کر جاتے اور جب واپس آتے تو پہلے ان سے ملتے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب فاطمہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ ان کے لیے کھڑے ہو جاتے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر چوم لیتے اور انہیں اپنے بیٹھنے کی جگہ بٹھاتے۔ جب آپ ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ بھی آپ کے لیے کھڑی ہو جاتیں آپ کا دستِ مبارک پکڑ کر اسے بوسہ دیتیں اور آپ کو اپنے بیٹھنے کی جگہ بٹھاتیں۔ (۳۷)

حضور ﷺ نے آپ کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کر دیا تھا۔ آپ کے چھ اولادیں ہوئیں۔ ایک بیٹا محسن رضی اللہ عنہ اور بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا بچپن ہی میں فوت ہو گئے جبکہ امام حسن، امام حسین، حضرت زینب اور حضرت امّ کلثوم (رضی اللہ عنھم) سے آپ کی نسل آگے بڑھی۔ نبی کریم ﷺ ان سب بچوں سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ (۳۸)

بلاشبہ حضور ﷺ ایک مثالی والد ہیں۔ آپ گھر میں کسی بات پر ناگواری کا اظہار نہ فرماتے بلکہ ہمیشہ مسکراتے رہتے۔ اگر کوئی بات طبیعت کے خلاف ہو جاتی تو اسے درگزر فرما دیتے۔ آپ کا ارشادِ گرامی ہے، ''تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے اچھا ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سب سے اچھا ہوں''۔ (۳۹)

امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ سے پیار:

حضورِ اکرم ﷺ کو اپنے نواسوں امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما سے بے حد محبت تھی۔ آپ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جاتے تو فرماتے، میرے بیٹوں کو میرے پاس لاؤ۔ جب حسن و حسین رضی اللہ عنہما پاس آتے تو آپ انہیں سونگھا کرتے پھر اپنے مبارک سینے سے لگا لیتے۔ (۴۰) آپ کا ارشادِ گرامی ہے، ''یہ دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں''۔ (۴۱)

ایک بار آقا علیہ السلام حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے مبارک کندھے پر سوار کیے ہوئے تشریف لا رہے تھے کہ ایک صحابی نے عرض کی

بیٹا! تمہاری سواری کتنی اچھی ہے۔ آپ نے فرمایا، سوار بھی تو بہترین ہے۔(۴۲)

دوسری روایت میں ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے کندھے پر سوار تھے اور آپ کہہ رہے تھے، اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔(۴۳)

ایک بار آقا و مولیٰ ﷺ نماز کے دوران سجدے میں گئے تو ننھے حسین رضی اللہ عنہ، آپ کی گردن پر سوار ہو گئے۔ آپ نے سجدہ بہت طویل کر دیا یہاں تک کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نیچے اتر آئے۔ نماز کے بعد کسی نے سجدہ طویل کرنے کا سبب پوچھا تو فرمایا، میرا لختِ جگر حسین رضی اللہ عنہ میری گردن پر سوار ہو گیا تھا، مجھے اچھا نہ لگا کہ اسے اپنے سے جدا کروں اس لیے میں نے سجدہ طویل کر دیا۔(۴۴)

ایک بار حسین رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضور ﷺ کا وہاں سے گذر ہوا۔ آپ نے لپک کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑنا چاہا وہ کھیل کے طور پر اِدھر اُدھر دوڑنے لگے۔ حضور ﷺ برابر مسکراتے رہے اور آخر کار امام حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا۔ آپ نے ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور دوسرا ان کے سر پر، پھر ان کا بوسہ لیا۔ ایک اور روایت میں ارشادِ نبوی ہے، ''حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، جو اس سے محبت رکھے گا، اللہ اس سے محبت کرے گا''۔(۴۵)

ایک دن آپ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما گرتے پڑتے چلے آ رہے ہیں۔ آپ فوراً منبر سے اترے اور انہیں اپنی گود میں اٹھایا اور اپنے سامنے بٹھالیا۔ پھر فرمایا، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ ''تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے آزمائش ہیں''۔ میں نے ان بچوں کی طرف دیکھا کہ یہ گرتے پڑتے چلے آ رہے ہیں تو میں صبر نہ کر سکا اور میں نے خطبہ روک کر ان دونوں کو اٹھا لیا۔(۴۶)

آقا کریم ﷺ اپنے ان نواسوں سے اتنی محبت فرماتے کہ ان کی تکلیف سے آپ بے چین ہو جاتے۔ ایک دفعہ آپ نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے رونے کی آواز سنی تو آپ جلدی سے گھر تشریف لے گئے اور ان کے رونے کا سبب پوچھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، ''یا رسول اللہ ﷺ! انہیں پیاس لگ رہی ہے اور اس وقت پانی موجود نہیں''۔ آپ نے پہلے امام حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھایا اور ان کے منہ میں اپنی زبان مبارک ڈال دی۔ انہوں نے زبان چوسنا شروع کی اور ان کی پیاس جاتی رہی پھر آپ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھایا اور ان کے منہ میں اپنی زبانِ اقدس ڈالی۔ انہوں نے بھی زبان مبارک چوسی اور سیر ہو کر چپ ہو گئے۔(۴۷)

ایک دن حضور ﷺ کی دورانوں پر دونوں شہزادے جلوہ افروز تھے اور آپ دعا فرما رہے تھے، ''اے اللہ! یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں، تو بھی ان سے محبت رکھ اور اس سے بھی محبت رکھ جو ان دونوں سے محبت رکھے''۔(۴۸)

ایک روز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نمازِ عصر پڑھ کر باہر نکلے تو امام حسن رضی اللہ عنہ کو بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے کندھے پر بٹھالیا اور فرمایا، ''میرا باپ تم پر قربان! تم آقا کریم ﷺ سے مشابہت رکھتے ہو اور علی سے مشابہت نہیں رکھتے''۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنسنے لگے۔(۴۹)

جب امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کا سر مبارک ایک طشت میں رکھ کر کوفہ کے حاکم ابنِ زیاد کے پاس لایا گیا تو وہ بد بخت سر مبارک کو چھڑی مارتے ہوئے آپ کے حُسن پر تنقید کرنے لگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے کہا، ''خدا کی قسم! یہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والے ہیں''۔(۵۰)

خاندان کے بچوں سے پیار:

جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ حضور ﷺ کے دادا کے انتقال کے بعد آپ کے چچا حضرت ابو طالب نے آپ کی پرورش کی تھی۔ ایک بار مکہ مکرمہ میں بارش نہ ہونے کے باعث سخت قحط پڑا۔ حضرت ابو طالب کی مالی حالت پہلے ہی کمزور تھی، قحط کے باعث ان کی پریشانی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے چچا کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ان سے ان کے بیٹے علی کو مانگ لیا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر چار یا پانچ سال تھی پھر آقا و مولیٰ ﷺ نے نہایت شفقت و محبت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پرورش اور تربیت فرمائی۔

جب نبی کریم ﷺ نے اپنے خاندان والوں کو جمع کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور دینِ اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو کسی نے آپ کا ساتھ نہ دیا۔ ایسے میں نو سال کی عمر والے بچے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھرے مجمع میں اونچی آواز سے اعلان کیا، یا رسول اللہ ﷺ! اگرچہ میں کمزور ہوں اور سب سے چھوٹا ہوں لیکن میں دینِ حق کے راستے میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ اس طرح بچوں میں سب سے پہلے ایمان

لانے کا اعزاز حضرت علی کو حاصل ہوا۔(۵۱)

نبی کریم ﷺ اپنے خاندان کے دیگر بچوں سے بھی بہت محبت کرتے تھے۔جب جنگ موتہ میں آپ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے تو آپ ان کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے بچوں کو پاس بلا کر پیار کیا۔حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی جدائی کے غم میں آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔یہ دیکھ کر بچوں کی والدہ پریشان ہوگئیں اور انہوں نے پوچھا، یارسول اللہ جعفر کیسے ہیں؟ فرمایا وہ شہید ہو گئے۔یہ سن کر وہ بے اختیار رونے لگیں۔

آپ اپنے گھر تشریف لائے اور فرمایا، جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کے لیے کھانا پکاؤ، آج وہ بہت غمزدہ ہیں۔حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جو اس وقت بچے تھے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں رحمتِ عالم نورِ مجسم، حضور اکرم ﷺ اپنے گھر لے گئے اور اپنے ساتھ کھانا کھلایا، تین دن تک ہم وہاں رہے اور حضور ﷺ ہمارے گھر تشریف لا کر ہمارے گھر والوں کو غم اور صدمہ برداشت کرنے کا حوصلہ دیتے رہے۔(۵۲)

بچوں کے لیے برکت کی دعا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا و مولیٰ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ بچوں پر مہربان تھے اور آپ سب سے زیادہ اپنے گھر والوں پر رحم کرنے والے تھے۔(۵۳)

مدینہ شریف میں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو اس کے گھر والوں کی خواہش ہوتی کہ اسے حضور ﷺ کی بارگاہ میں برکت کے لیے لایا جائے۔آپ ﷺ اس بچے کے کان میں اذان دیتے، کھجور چبا کر تھوڑی سی بچے کے تالو میں لگا دیتے، اس کے لیے برکت کی دعا فرماتے اور اس کا اچھا سا نام تجویز فرماتے۔(۵۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرا چھوٹا بھائی پیدا ہوا تو میں اسے لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔آپ نے اسے نہایت محبت سے اپنی گود میں لے لیا پھر مدینہ شریف کی خاص کھجور منگوائی اور اسے اپنے مبارک منہ میں چبا کر نرم کیا۔جب وہ خوب نرم ہوگئی تو اسے میرے ننھے سے بھائی کے منہ میں رکھ دیا۔وہ مزے سے کھجور چوسنے لگا۔آپ نے فرمایا، دیکھو کتنے مزے سے کھجور چوس رہا ہے۔پھر آقا کریم ﷺ نے بچے کے چہرے پر اپنا برکت والا ہاتھ پھیرا اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔(۵۵)

علماء فرماتے ہیں کہ بچہ کو کھجور یا شہد یا کسی میٹھی چیز سے گھٹی دینا مستحب ہے اور یہ بھی مستحب ہے کہ گھٹی دینے والا نیک و صالح ہو خواہ مرد ہو یا عورت۔اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک شخص وہاں نہ ہو تو گھٹی دلوانے کے لیے بچے کو اس کے پاس لے جانا بھی جائز ہے۔

مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آنے والے مسلمانوں میں سب سے پہلے حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے گھر ایک بیٹا پیدا ہوا۔مسلمانوں نے خوب خوشی منائی۔آپ اسے لے کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئیں۔آپ ﷺ نے بچے کو اپنی گود میں لے لیا اور اپنے مبارک منہ میں ایک کھجور چبا کر نرم کی اور پھر بچے کے تالو سے لگا دی اور اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ہم اس بچے کو اسلام کے عظیم مجاہد عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہما) کے نام سے جانتے ہیں۔(۵۶)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کی دعائے برکت سے بچپن ہی سے دلیر اور بہادر تھے۔وہ سات سال کی عمر میں حضور ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کے لیے حاضر ہوئے، ان کے ساتھ دو بچے اور بھی تھے۔وہ بچے آگے بڑھنے سے جھجک رہے تھے مگر آپ بغیر جھجک کے بیعت کے لیے آگے بڑھ آئے۔آقا و مولیٰ ﷺ مسکرانے لگے اور فرمایا، جیسا اس کا باپ نڈر اور دلیر ہے ویسا ہی یہ بھی ہے۔

انہی کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار چند بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ وہاں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گذر ہوا۔انہیں دیکھ کر دوسرے بچے بھاگ کر اِدھر اُدھر چھپ گئے مگر یہ اطمینان سے اپنی جگہ کھڑے رہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، تم کیوں نہیں بھاگے؟ آپ نے ادب سے عرض کی، میں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا کہ بھاگ جاتا، اور یہ راستہ اتنا تنگ بھی نہیں کہ آپ کے گزرنے کے لیے مجھے جگہ چھوڑنی پڑے۔آپ کی اس حق گوئی اور بیباکی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔

بچوں کے نام اور عقیقہ:

نبی کریم ﷺ بچوں کے اچھے نام تجویز فرماتے تھے۔آپ کا فرمانِ عالی شان ہے، باپ پر اولاد کا یہ حق ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اسے اچھے آداب سکھائے۔(۵۷)

چنانچہ بچوں کے نام ایسے ہونے چاہئیں جن کے معنی اچھے ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آقا و مولیٰ ﷺ برے نام کو اچھے نام سے بدل دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک بچی کا نام عاصیہ سے بدل کر جمیلہ رکھا اور اسی طرح برّہ کا نام بدل کر جویریہ رکھا۔ (۵۸)

بچوں میں سب سے افضل نام محمد یا احمد ہیں اور انہیں نام میں شامل کرنا برکت و رحمت کا باعث ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے میرے نام پر نام رکھو۔ (۵۹)

آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے، ''جس کے بیٹا پیدا ہوا اور وہ میری محبت میں اور میرے نام سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس کا نام محمد رکھے تو وہ اور اس کا بیٹا دونوں جنت میں جائیں گے''۔ (۶۰)

ایک اور حدیث شریف میں ہے، ''جس کے تین بیٹے ہوں اور وہ ان میں کسی کا بھی نام محمد نہ رکھے تو وہ ضرور (ایمان و عشق کے تقاضوں سے) جاہل ہے''۔ (۶۱)

ناموں میں محمد، احمد، عبداللہ، عبدالرحمٰن، انبیاء کرام، صحابہ کرام اور اولیاء کے ناموں کے علاوہ نام رکھے جاسکتے ہیں جو اچھے معانی پر مبنی ہوں۔

اسلامی نام رکھنے کے بعد پیدائش کے ساتویں دن بچے کا عقیقہ کر دینا چاہیے۔

آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، ''ہر بچہ اپنے عقیقہ کے سلسلے میں گروی ہے، ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے، اس کا نام رکھا جائے اور سر کے بال مونڈے جائیں''۔ (۶۲)

سنت یہ ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرا یا بکری ذبح کیے جائیں اور ان کا گوشت خود بھی کھایا جائے اور صدقہ بھی کیا جائے۔ (۶۳)

بچوں کے حقوق:

سرکارِ دو عالم ﷺ نعمتیں عطا فرمانے میں بچوں سے محبت کے باعث ان کے حقوق کا خاص خیال فرماتے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں جب بھی موسم کا نیا پھل پیش کیا جاتا تو آپ اس پھل کو آنکھوں اور ہونٹوں سے لگاتے اور یہ دعا فرماتے، ''اے اللہ! ہمیں یہ شروع سے آخر تک نصیب فرما''۔ پھر جو چھوٹے بچے وہاں موجود ہوتے انہیں وہ پھل عطا فرما دیتے۔ (۶۴)

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کوئی کھانے پینے کی چیز پیش کی جاتی تو آپ اس میں سے تھوڑا سا لے کر باقی اس شخص کو عطا فرماتے جو آپ کے دائیں طرف بیٹھا ہوتا۔ ایک بار آقا و مولیٰ ﷺ کے دائیں جانب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے جو کم عمر تھے جبکہ بائیں جانب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ اس وقت دودھ پیش کیا گیا۔

آپ نے کچھ دودھ پینے کے بعد عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا، اگر تم اجازت دو تو میں اسے انہیں پہلے دوں جو عمر میں تم سے بڑے ہیں۔ انہوں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ کی قسم! میں آپ کے مبارک منہ سے لگی ہوئی باقی چیز کسی کو بھی دینے کے لیے تیار نہیں۔ آپ ﷺ نے وہ انہی کو عطا فرما دیا۔ (۶۵)

اس حدیث پاک سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے کم عمر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حق کا خیال رکھا وہیں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ بچے اور بڑے سب نبی کریم ﷺ سے بے حد محبت رکھتے تھے اور آقا ﷺ کے مبارک منہ سے لگی ہوئی چیز کو متبرک سمجھتے تھے۔

اسلام کے ابتدائی دور میں عورتیں بھی مسجدوں میں علیحدہ صف میں جماعت سے نماز پڑھتی تھیں۔ بعض عورتیں چھوٹے بچے بھی ساتھ لے آتیں جو کبھی کبھار رونے لگ جاتے۔ بچوں سے پیار کرنے والے رحیم و کریم آقا ﷺ نے فرمایا، ''جب میں نماز شروع کرتا ہوں تو ارادہ ہوتا ہے کہ اس نماز میں زیادہ تلاوت کروں گا لیکن جب کسی صف میں سے بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ بچے کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں کو بھی پریشانی ہوتی ہوگی''۔ (۶۶)

شفقت و مہربانی ہر بچے کا حق ہے۔ آقا و مولیٰ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے، ''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر مہربانی نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور نیک باتوں کا حکم نہ دے اور بری باتوں سے نہ روکے''۔ (۶۷)

اس حدیث پاک میں حضور ﷺ نے جہاں بچوں کے حقوق بیان فرمائے وہاں یہ بھی واضح فرما دیا کہ بڑوں کی عزت کرنا چھوٹوں پر فرض ہے۔ بڑوں کو چاہیے کہ وہ شفقت و مہربانی کے ساتھ بچوں کو نیک باتوں کا علم بھی دیتے رہیں اور برے کاموں سے روکتے بھی رہیں اور بچوں کو چاہیے کہ وہ ایسا کرنے پر نہ تو برا مانیں اور نہ ہی اسے اپنے حقوق کے خلاف جانیں۔ اس حوالے سے مزید گفتگو اگلے صفحات میں آرہی ہے۔

حضور ﷺ کی برکتیں:

صحابیات اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی کہ وہ اپنے بچوں کو آقا و مولیٰ ﷺ کی خدمت اقدس میں لے کر جائیں اور حضور ﷺ سے اپنے بچوں کے لیے برکت کی دعا کرائیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے اب چند واقعات مزید ملاحظہ فرمائیں:

حضرت زہرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ایک بار انہیں حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! آپ میرے بیٹے کو بیعت کر لیجئے۔ چونکہ اس وقت حضرت زہرہ رضی اللہ عنہ بہت کم عمر تھے اس لیے نبی کریم ﷺ نے ان کے سر پر دستِ شفقت پھیرا اور برکت کی دعا دی۔ آپ کی دعا کے باعث حضرت زہرہ رضی اللہ عنہ سے جب حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہم) جیسے بزرگ صحابہ ملتے تو کہتے، اے زہرہ! ہمیں بھی برکت میں شریک کرلو کیونکہ تمہیں حضور ﷺ نے برکت کی دعا دی۔ (۶۸)

حضور ﷺ کی ایک زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں جن کے پہلے شوہر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے ایک چھوٹی بچی بھی تھی جس کا نام آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زینب رکھا تھا۔ آپ ننھی زینب سے بہت پیار فرماتے، اکثر خوش طبعی کے طور پر ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارتے جس سے وہ بہت خوش ہوتیں اور اس طرح حضور ﷺ سے کھیلتیں۔ جب وہ بوڑھی ہوگئیں تب بھی آقا ﷺ کے رحمت والے ہاتھوں کی برکت سے ان کے چہرے پر جوانی کی طرح رونق رہی اور بڑھاپے کے آثار نہ ہوئے۔ (۶۹)

حضرت محمود بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ پانچ سال کے تھے کہ آقا و مولیٰ ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ ان کے گھر ایک کنواں تھا، آپ ﷺ نے اس سے پانی پیا اور خوش طبعی کے طور پر پانی کی ایک کلی محمود رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ماری۔ محدثین فرماتے ہیں کہ اس کی برکت سے انہیں وہ حافظہ حاصل ہوا کہ اس قصہ کو یاد رکھتے اور بیان فرماتے اسی لیے صحابہ میں شمار ہوئے۔ (۷۰)

فجر کی نماز کے بعد مدینہ شریف کے بچے اور بچیاں حضور ﷺ کی خدمت میں پانی کے برتن لاتے۔ آپ ﷺ ان میں اپنا ہاتھ مبارک ڈالتے تاکہ ان بچوں اور ان کے گھر والوں کو برکت حاصل ہو۔ جب سخت سردی میں وہ ٹھنڈا یخ پانی لاتے تو بھی آپ سردی کی پروا کئے بغیر پانی میں ہاتھ ڈبو دیتے۔ (۷۱)

حضرت امِ سُلیم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آقا و مولیٰ ﷺ میرے گھر میں آرام فرما تھے اور آپ کو پسینہ آ رہا تھا۔ میں آپ کا پسینہ جمع کرنے لگی تو حضور ﷺ نے فرمایا، یہ کیا کر رہی ہو؟ میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! ہم اسے اپنے بچوں کو لگائیں گے ہمیں امید ہے کہ انہیں آپ کی برکت ملے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم ٹھیک کہتی ہو۔ (۷۲)

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے سر کے سامنے والے حصہ میں بالوں کا ایک گچھا تھا۔ وہ بال اتنے زیادہ تھے کہ جب آپ بیٹھ کر کھولتے تو زمین تک پہنچ جاتے۔ کوئی پوچھتا کہ آپ یہ بال کیوں نہیں کٹواتے؟ تو آپ فرطِ محبت سے فرماتے، میں انہیں ہرگز نہیں کٹواؤں گا کیونکہ جب میں بچہ تھا تو میرے پیارے آقا ﷺ انہیں پکڑتے اور پیار سے کھینچتے تھے۔ (۷۳)

بچوں کے مشکل کشا:

وہ بچے جو لاعلاج بیماریوں میں مبتلا تھے، جب پریشانی اور مشکل میں گرفتار لوگ اپنے ایسے بچوں کو لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے تو رحمتِ عالم ﷺ ایک لمحہ میں ان کی مشکل کشائی فرماتے اور وہ بچے شفایاب ہو جاتے۔

آخری حج کے موقع پر ایک خاتون اپنے بچے کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میرا بچہ گونگا یعنی بولنے سے معذور ہے۔ آقا کریم ﷺ نے پانی منگوا کر ہاتھ مبارک دھوئے اور کلی کی۔ پھر فرمایا، یہ پانی اس بچہ کو پلا دو اور کچھ اس کے اوپر چھڑک دو۔ وہ بچہ تندرست ہوگیا اور بولنے لگا۔ (۷۴)

ایک عورت اپنے دیوانے بچے کو لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میرا بچہ دیوانہ ہے اور صبح وشام ہمیں پریشان کئے رکھتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس بچے کے سینے پر اپنا دستِ رحمت پھیرا اور دعا فرمائی تو اس بچے نے قے کر دی۔ اس قے میں کالے رنگ کے جانور جیسی کوئی چیز نکل کر بھاگ گئی اور وہ بالکل تندرست ہوگیا۔ (۷۵)

حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بچپن میں چولہے پر سے ہنڈیا میرے اوپر گر گئی اور میرا بازو جل گیا۔ میری والدہ مجھے لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئیں۔ آقا کریم ﷺ نے میرے بازو پر لعاب دہن مبارک لگایا اور دم کیا تو میں اسی وقت تندرست ہو گیا۔ (۷۶)

ایک عورت اپنے بچے کو لے کر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میرا بچہ لاعلاج مرض میں مبتلا ہے۔ میں بہت

پریشان ہوں اس لیے آپ دعا کر دیں کہ اللہ اسے موت دیدے ۔ یہ سن کر حبیبِ کبریاﷺ نے فرمایا میں اس کے لیے موت نہیں بلکہ صحت مانگتا ہوں اور دعا کرتا ہوں اے اللہ! یہ بچہ جوان ہو کر مردِ مومن بنے اور راہِ خدا میں لڑتا ہوا شہید ہو جائے ۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور وہ بچہ جوان ہوا اور جہاد کرتا ہوا شہید ہو کر جنتی بن گیا ۔ (۷۷)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حج کے سفر میں تھے کہ ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی، یارسول اللہﷺ! میرا بچہ جب سے پیدا ہوا ہے بیمار ہے ۔ آقا کریمﷺ نے بچے کے منہ میں اپنا لعابِ دہن مبارک ڈالا اور فرمایا، اے دشمنِ خدا! اس میں سے نکل کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں ۔ یہ فرما کر آپ نے اس کی ماں سے فرمایا، لے جا اب اسے کوئی تکلیف نہیں ہوگی ۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم حج کے بعد اس مقام پر پہنچے تو وہ عورت بچے کی صحت کی خوشی میں بھنی ہوئی بکری لے کر حاضر ہوگئی ۔ آپﷺ نے فرمایا بکری کی ایک دستی (بازو) مجھے دے اس نے دیدی ۔ پھر آپ نے فرمایا اور دستی دے ۔ اس نے دوسرا بازو بھی پیش کر دیا ۔ پھر آپ نے فرمایا اور بازو دے ۔ اس عورت نے عرض کی یارسول اللہﷺ! بکری کے دو ہی بازو ہوتے ہیں ۔ احمدِ مختارﷺ نے فرمایا اے عورت! اگر تو چپ رہتی اور یہ نہ کہتی کہ دو ہی بازو ہوتے ہیں تو جب تک میں کہتا رہتا تو مجھے بازو پکڑاتی رہتی ۔ (۷۸)

بچوں کے لیے دم تعویذ:

جب اچھی یا خوبصورت چیز دیکھنے پر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا جائے تو بسا اوقات شیطان اس نظر کو اُچک لیتا ہے اور یوں شیطانی اثر کے باعث وہ نظر نقصان پہنچاتی ہے ۔ جب کوئی چیز اچھی لگے تو سبحان اللہ کہنا چاہیے ۔ اکثر بچوں کو نظر لگ جاتی ہے نظر کا لگ جانا احادیث سے ثابت ہے ۔ رحمتِ عالمﷺ نے نظرِ بد سے بچاؤ اور علاج کے لیے دَم یا تعویذ کی اجازت دی ہے ۔

نبی کریمﷺ کی بارگاہ میں ایک لڑکی لائی گئی جس کی رنگت زرد ہو رہی تھی ۔ آپ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا، اسے دَم کراؤ اسے نظر لگ گئی ہے ۔ (۷۹)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی یارسول اللہﷺ! جعفر رضی اللہ عنہ کے بچوں کو بہت جلدی نظر لگ جاتی ہے کیا میں انہیں دَم کرلیا کروں؟ ارشاد فرمایا، ہاں تم انہیں دم کرلیا کرو ۔ (۸۰)

صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہﷺ! ہم دورِ جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے، آپ کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا، دم کرنے کے الفاظ مجھے سناؤ ۔ اُس دم میں کوئی مضائقہ نہیں جس میں شرکیہ الفاظ نہ ہوں ۔ (۸۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آقا کریمﷺ نے نظرِ بد سے بچنے کے لیے دم تعویذ کرانے کا حکم دیا ہے ۔ (۸۲)

آقا و مولیٰﷺ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو دَم کیا کرتے تھے ۔ (۸۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بعض دعائیہ کلمات سمجھدار بچوں کو یاد کرا دیتے اور چھوٹے بچوں کے گلے میں ان کا تعویذ لکھ کر حفاظت کے لیے ڈال دیا کرتے تھے ۔ (۸۴) (حضورﷺ کے دَم کے الفاظ اور یہ دعا فقیر کی کتاب ''مسنون دعائیں'' کے صفحہ ۶۹ اور ۳۵ پر ملاحظہ فرمائیں)

صحابہ کرام نظرِ بد سے شفا حاصل کرنے کے لیے برکتوں والے آقاﷺ کے تبرکات کا وسیلہ اختیار کرتے ۔ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ جب کسی کو نظر لگ جاتی یا کوئی اور تکلیف ہوتی تو لوگ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف ایک پانی کا پیالہ لے کر جاتے ۔ وہ آقا کریمﷺ کے موئے مبارک نکالتیں جو انہوں نے چاندی کی ڈبیا میں رکھے ہوئے تھے ۔ وہ انہیں اس پانی میں ہلاتیں اور پھر وہ پانی اس مریض کو پلا دیا جاتا ۔ (۸۵)

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کے پاس نبی کریمﷺ کا جُبّہ مبارک تھا ۔ وہ فرماتی ہیں کہ اس جُبّہ مبارک کو آقا و مولیٰﷺ پہنا کرتے تھے اب ہم اسے بیماروں کے لیے پانی میں ڈبوتے ہیں اور اس کے پانی سے شفا حاصل کرتے ہیں ۔ (۸۶)

بچوں سے محبت کی تعلیم:

سرکارِ دوعالمﷺ خود بھی بچوں سے بے حد پیار کرتے اور دوسروں کو بھی بچوں سے پیار کرنا سکھاتے ۔ عرب کے بدّو لوگ سخت مزاج ہوتے تھے ۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ انسان جتنا زیادہ سخت دل ہوگا اتنا زیادہ لوگ اس سے مرعوب ہوں گے اور اس کی عزت کریں گے اسی وجہ سے وہ اپنے بچوں کو پیار بھی نہیں کرتے تھے ۔

ایک بار حضورﷺ اپنے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا منہ چوم رہے تھے کہ وہاں موجود اقرع بن حابس تمیمی نے حیران ہو کر کہا یارسول اللہﷺ! میرے دس بیٹے ہیں مگر میں نے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا ۔ آپ نے فرمایا، جو رحم نہیں کرتا اس پر اللہ بھی رحم نہیں فرماتا ۔ (۸۷)

دوسری حدیث میں ہے کہ ایک بدّو نے عرض کی آپ بچوں کا منہ چومتے ہیں مگر ہم کبھی نہیں چومتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تمہارے دل سے شفقت و رحمت نکال دے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ (۸۸)

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کی ایک پیاری سی بچی اُمّ خالد رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ بہت پیار کرتے تھے۔ ایک بار کسی نے بارگاہِ رسالت میں ایک خوبصورت پھول دار چادر تحفہ میں پیش کی آپ نے حاضرین سے فرمایا، بتاؤ یہ چادر کسے عطا کروں؟ سب خاموش رہے مطلب یہ تھا کہ آپ اپنی مرضی سے جسے چاہیں عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اُمّ خالد کو بلا کر لاؤ۔ جب وہ خدمت میں حاضر ہوئیں تو آقا و مولیٰ ﷺ نے وہ چادر انہیں تحفہ میں دی اور دو بار فرمایا، "اسے پہن کر پرانی کرو"۔ اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری عمر زیادہ کرے۔ پھر آپ نے چادر پر بنے نقش و نگار پر ہاتھ مبارک رکھ کر فرمایا، یہ دیکھو! کتنے خوبصورت پھول ہیں۔ یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئیں۔ (۸۹)

ایک اور موقع پر اُمّ خالد رضی اللہ عنہا اپنے والد کے ساتھ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئیں تو زرد کرتا پہنے ہوئے تھیں۔ حضور ﷺ نے انہیں دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمایا، "سنہ سنہ" (یعنی بہت خوبصورت بہت خوبصورت) حبشی زبان میں حسنہ کو سنہ کہتے ہیں، چونکہ اُمّ خالد کی پیدائش حبشہ میں ہوئی تھی اس لیے آپ نے اسی مناسبت سے حسنہ کو حبشی تلفظ میں سنہ کہا۔ اُمّ خالد رضی اللہ عنہا یہ سن کر بہت خوش ہوئیں۔ پھر وہ مہر نبوت سے کھیلنے لگیں تو ان کے والد نے انہیں جھڑک دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اسے کھیلنے دو۔ (۹۰)

ایک مرتبہ بارگاہِ نبوی میں طائف سے انگور آئے۔ اس وقت حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بیٹے نعمان رضی اللہ عنہ بھی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے۔ آقا و مولیٰ ﷺ نے انگوروں کے دو خوشے انہیں عطا کیے اور فرمایا، ایک تمہارا ہے اور ایک تمہاری والدہ کا۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے راستے میں دوسرا خوشہ بھی کھا لیا۔ سزا کے خوف سے والدہ سے اس کا ذکر نہ کیا۔

چند دن بعد جب یہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے دریافت کیا، نعمان! کیا تم نے وہ انگور اپنی والدہ کو دے دیے تھے؟ عرض کی یارسول اللہ ﷺ! نہیں دیے۔ آپ نے فرمایا پھر وہ انگور کہاں گئے؟ انہوں نے عرض کی وہ میں نے کھا لیے۔ آقا کریم ﷺ ان سے ناراض نہ ہوئے بلکہ آپ نے مسکراتے ہوئے نعمان کے کان پکڑے اور پیار بھرے لہجے میں فرمایا، اے دھوکے باز۔ (۹۱)

بچوں کو سواری پر ساتھ بٹھانا:

رسول کریم ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو دوسرے لوگوں کے ساتھ بچے بھی آپ کے استقبال کے لیے نکلتے اور دوڑ کر پہلے آپ کے پاس پہنچنے کی کوشش کرتے۔ جو بچے آپ کے پاس پہنچ جاتے آپ ان میں سے کسی کو سواری پر اپنے آگے بٹھا لیتے اور کسی کو پیچھے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آقائے دوجہاں ﷺ کسی سفر سے واپس تشریف لائے تو استقبال کرنے والوں میں، میں بھی تھا۔ آپ ﷺ نے مجھے اپنے آگے سوار کر لیا پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے آئے آپ نے انہیں سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ اس طرح ہم تینوں ایک سواری پر مدینہ شریف میں داخل ہوئے۔ (۹۲)

یہی کم سن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما ایک دن بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ کا وہاں سے گذر ہوا۔ آپ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر اپنی سواری پر بٹھا لیا۔ (۹۳)

فتح مکہ کے موقع پر آقا و مولیٰ ﷺ نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو سواری پر اپنے آگے اور قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ (۹۴)

آخری حج کے موقع پر حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اونٹنی پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ (۹۵)

آپ ﷺ کی اس محبت کے باعث بچے اپنے والدین سے بڑھ کر آپ سے پیار کرتے تھے۔

بچوں کی آپ ﷺ سے محبت:

جو بچوں سے پیار کرتا ہے بچے بھی اس سے پیار کرتے ہیں۔ رحمت عالم ﷺ جب کسی بچے کو دیکھتے تو آپ کے چہرہ مبارک پر محبت اور خوشی کے آثار ظاہر ہو جاتے۔ آپ بچوں کو سلام کرنے میں ہمیشہ پہل کرتے، یہ بھی محبت کے اظہار کا ایک اچھا طریقہ ہے اور اس سے محبت مزید پختہ ہوتی ہے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ آپ ﷺ بچوں کو قطار میں کھڑا کر کے خود کچھ دور بیٹھ جاتے اور بچوں سے فرماتے۔ اب سب دور کر آؤ دیکھیں کون پہلے ہمیں چھوتا ہے۔ بچے پوری قوت سے تیز دوڑ کر آتے تو قریب پہنچ کر رک نہ پاتے اور کوئی آپ کے مبارک سینے پر گرتا تو کوئی آپ کے پیٹ مبارک پر۔ آپ ﷺ ان بچوں کو سینہ مبارک سے لگا کر پیار کرتے۔

جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو شہر کے سب لوگ آپ کے استقبال کے لیے گھروں سے نکل آئے۔ عورتیں اور بوڑھے لوگ گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے جبکہ بچے اور جوان گلیوں میں پھیل گئے اور وہ سب یا محمد یارسول اللہ (ﷺ) کے نعرے لگا رہے تھے۔ (۹۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا و مولیٰ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو سب لوگ بہت خوش تھے اور اسی خوشی میں حبشی بچے اپنے نیزوں سے کھیلتے تھے یعنی نیزوں سے کرتب دکھاتے تھے۔(۹۷)

جب آپ بنونجار کے محلے میں پہنچے تو چھوٹی بچیاں دف بجا کر خوشی سے یہ گانے لگیں، ''ہم بنونجار کی لڑکیاں ہیں اور حضرت محمد ﷺ بہت اچھے ہمسائے ہیں''۔ حضور ﷺ وہاں رکے اور فرمایا، کیا تم مجھ سے محبت رکھتی ہو؟ بچیوں نے کہا، ''ہاں یا رسول اللہ ﷺ! آقا کریم ﷺ نے فرمایا، ''میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں''۔(۹۸)

جمالِ مصطفیٰ ﷺ کا بیان:

آقا و مولیٰ ﷺ کی عظمت و ہیبت اور وقار و جلال کے باعث صحابہ کرام آپ کو نظر بھر کر دیکھ نہ پاتے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک وہی صحابہ کرام بیان فرماتے ہیں جو اس وقت بچے تھے یا اعلانِ نبوت سے قبل حضور ﷺ کے زیرِ تربیت تھے جیسے حضرت ہند بن ہالہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ بچوں سے ایسی محبت فرماتے کہ بچے جی بھر کر جمالِ مصطفیٰ ﷺ کا دیدار کرتے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''میں اپنے نانا نبی کریم ﷺ کے وصال کے وقت بہت چھوٹا تھا اس لیے میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کے حلیہ مبارک کے متعلق پوچھا۔ میری خواہش یہ تھی کہ وہ آقا ﷺ کے اوصاف بیان فرمائیں تاکہ میں ان کے بیان کو اپنے دل و دماغ میں محفوظ کرلوں''۔(۹۹)

اسی طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کے معمولات سے متعلق دریافت کیا تھا۔ آقائے دوجہاں ﷺ کی صورت و سیرت کا حسن و جمال دیکھنے کے لیے فقیر کی کتاب ''جمالِ مصطفیٰ ﷺ'' کا مطالعہ فرمائیں۔ جلیل القدر صحابی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے کم عمر پوتے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ایک دن بزرگ صحابیہ حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، مجھے آقا و مولیٰ ﷺ کے حسن و جمال کے بارے میں بتائیں۔ انہوں نے فرمایا، اے بیٹے! اگر تو جانِ کائنات ﷺ کا دیدار کرتا تو یہ محسوس کرتا کہ سورج طلوع ہو رہا ہے۔(۱۰۰)

درحقیقت محبتِ رسول ﷺ ہی وہ جذبہ ہے، جس کی بنا پر شمعِ رسالت کے پروانوں کو اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے فضائل و کمالات کا ذکر کرنا اور سننا پسند تھا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جب میں چھوٹا تھا تو ایک بار میں نے آقا کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی پھر آپ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ اتنے میں اور بچے آ گئے، آپ ﷺ نے سب بچوں کو پیار کیا اور پھر پیار سے میرے سر اور چہرے پر اپنا دستِ رحمت پھیر دیا۔ اس وقت مجھے آپ کے دستِ رحمت سے ایسی عمدہ خوشبو کا جھونکا آیا جیسے کسی عطر بیچنے والے نے عطر کا صندوقچہ کھول دیا ہو۔(۱۰۱)

حضور اکرم نورِ مجسم ﷺ کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہترین خوشبوئیں سونگھیں ہیں لیکن میں نے کوئی خوشبو آپ کے جسم اقدس کی خوشبو سے اچھی نہیں پائی۔ اگر کسی بچے کے سر پر آپ ﷺ اپنا مبارک ہاتھ پھیر دیتے تو اس کے بالوں میں ایسی عمدہ خوشبو بس جاتی کہ لوگ اس خوشبو کے باعث پہچان لیتے کہ اس بچے کے سر پر آقا کریم ﷺ نے ہاتھ مبارک پھیرا ہے۔(۱۰۲)

آخری حج کے خطبہ کے وقت کم عمر صحابی حضرت رافع رضی اللہ عنہ اپنے والد کا ہاتھ چھڑا کر لوگوں کے درمیان سے ہوتے ہوئے آقا ﷺ تک پہنچ گئے اور اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے پاؤں مبارک پر رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا، رافع! یہ تم ہو؟ حضرت رافع رضی اللہ عنہ کہتے تھے، آقا ﷺ کے پاؤں میں ایسی خوشگوار ٹھنڈک تھی جو مجھے اب تک محسوس ہوتی ہے۔(۱۰۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ پیکرِ حسن و جمال، حبیبِ کبریا ﷺ کی تعریف یوں فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے ہاتھ ملایا تو میں نے آپ کے ہاتھوں میں وہ نرمی پائی جو ریشم کے کپڑے میں بھی نہیں ہوتی۔(۱۰۴)

سب سے کم سن امام:

یہ بات آپ کے لیے یقیناً حیرانی کا باعث ہوگی کہ کوئی بچہ صرف چھ سال کی عمر میں امام بنا ہو اور لوگوں کو نمازیں پڑھاتا رہا ہو۔ اس کم سن امام کا نام عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ ہمارا گاؤں دریا کے کنارے ایسی جگہ تھا جہاں سے تمام قافلے گزرتے تھے۔ جب کوئی قافلہ مدینہ منورہ سے آتا تو میں ان لوگوں سے نبی کریم ﷺ کے متعلق باتیں معلوم کیا کرتا اور ان سے سن کر قرآن کی سورتیں یاد کرتا رہتا۔

اس وقت تک ہمارا قبیلہ مسلمان نہیں ہوا تھا۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو ہمارا قبیلہ بھی مسلمان ہوگیا۔ حضور ﷺ نے تاکید فرمائی کہ نماز کی

پابندی ضروری ہے اور نماز کی امامت وہ کرے جس کو قرآن زیادہ یاد ہو۔

چونکہ کسی اور کو قرآن کی سورتیں یاد نہ تھیں اور مجھے سب سے زیادہ قرآن یاد تھا اس لیے مجھے امام بنایا گیا۔ اس وقت میری عمر صرف چھ سال تھی۔ میرے پاس مناسب کپڑے بھی نہیں تھے اس لیے لوگوں نے کپڑا خرید کر میرے لیے کرتا بنایا۔ اس کرتے کے ملنے سے مجھے اتنی زیادہ خوشی ہوئی جو کبھی نہ ہوئی تھی۔ (۱۰۵)

یتیم بچوں سے محبت:

سرکارِ دو عالم ﷺ یتیموں اور بیواؤں کی دستگیری فرماتے تھے۔ آپ نے جلیل القدر صحابی حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ان کی بچیوں کی نہایت شفقت و محبت سے پرورش فرمائی۔ آپ نے ان بچیوں کو سونے کی خوبصورت بالیاں پہنائیں جن میں قیمتی موتی پڑے ہوئے تھے۔ (۱۰۶)

غزوۂ احد میں رسول کریم ﷺ کے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور کئی مسلمان شہید ہو گئے تھے، ان شہداء میں حضرت عقربہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ ان کا لڑکا جس کا نام بشر رضی اللہ عنہ تھا، مدینہ منورہ کی ایک گلی میں اپنے والد کی جدائی میں سخت اداس کھڑا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ ایسے میں وہاں سے رسول کریم ﷺ کا گذر ہوا۔ آپ کی نگاہِ کرم اس پر پڑی تو اس سے شفقت و محبت سے دریافت فرمایا، تمہارے آنسو کیوں بہہ رہے ہیں؟ اس نے عرض کی، میرے آقا! میری والدہ بھی دنیا میں نہیں ہیں اور میرے والد بھی اس جنگ میں شہید ہو گئے، میرا اب دنیا میں کوئی سہارا نہیں۔

یہ سن کر یتیموں کے والی اور بے سہاروں کے مددگار، رحیم و کریم آقا و مولیٰ ﷺ نے اسے اپنے مبارک سینے سے لگا لیا اور اس کے سر پر رحمت بھرا ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا، ''میرے بیٹے! کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ میں تمہارا باپ ہو جاؤں اور عائشہ رضی اللہ عنہا تمہاری ماں ہو جائے؟''۔ یعنی ہم دونوں تمہیں ماں باپ کا پیار دیں گے اور محبت و شفقت سے تمہاری پرورش کریں گے۔ یہ سن کر اداس اور غمزدہ بشر کے دل کو سکون و قرار آ گیا۔ (۱۰۷)

آپ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی کہ بیواؤں اور یتیموں کا خاص خیال رکھا کریں۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے، ''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ساتھ ہوں گے جیسے دو انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہوتی ہیں''۔ (۱۰۸)

ایک شخص نے بارگاہِ نبوی میں عرض کی، میرا دل سخت ہے۔ آپ نے فرمایا، ''یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو''۔ (۱۰۹)

آپ کے پیارے صحابہ کرام بھی شفقت و محبت سے یتیم بچوں کی پرورش کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک یتیم بچی جمیلہ رضی اللہ عنہا کی پرورش اپنے ذمہ لی جس کے والد حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔

ایک دن سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے اور ننھی جمیلہ کو سینے پر بٹھا کر نہایت محبت سے بار بار چوم رہے تھے کہ ایک صحابی ملنے آ گئے۔ انہوں نے حیران ہو کر پوچھا، یہ بچی کون ہے؟ آپ نے فرمایا، یہ اس بہادر کی بچی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بہت بلند مقام عطا فرمایا، اور اس نے اپنی جان آقا و مولیٰ ﷺ پر قربان کر دی۔ (۱۱۰)

حضور ﷺ کی غلاموں سے محبت:

رحمتِ عالم سے پہلے جہالت اور ظلم کا دور دورہ تھا۔ بازاروں میں جانوروں کی طرح انسانوں کی بھی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ ظالم لوگ عورتیں اور بچے اغوا کر کے بیچ دیتے اور پھر وہ تمام عمر کسی کے غلام رہتے۔ اسی طرح حضرت زید رضی اللہ عنہ بھی آٹھ سال کی عمر میں یمن سے اغوا کر کے منڈی میں لائے گئے جہاں سے ایک شریف آدمی نے انہیں خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کر دیا۔ نبی کریم ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس بچے زید رضی اللہ عنہ سے شفقت و محبت کا برتاؤ کیا اور اپنے بچوں کی طرح ان کی پرورش کی۔ یہاں تک کہ حضرت زید خود کو گھر کا ایک فرد سمجھنے لگے۔

ایک سال یمن سے کچھ لوگ حج کے لیے آئے اور ان کی ملاقات حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ہو گئی۔ انہوں نے پہچان لیا کہ یہ تو حارثہ کا بیٹا زید ہے جو گم ہو گیا تھا۔ جب یہ خبر حارثہ کو ملی تو وہ اپنے بھائی کے ہمراہ مکہ پہنچ گیا اور بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کی، ہمارا بیٹا آپ کے پاس غلام ہے، آپ اس کی جو چاہیں قیمت لے لیں اور اسے آزاد کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، میں اس کی کوئی قیمت نہیں لوں گا، میں اسے

تمہارے سامنے بلاتا ہوں اگر وہ تمہارے ساتھ جانے پر راضی ہوا تو اسے لے جاؤ لیکن اگر وہ جانے پر راضی نہ ہوا تو میں اسے تمہارے ساتھ جانے پر مجبور نہیں کروں گا۔ اس بات سے حارثہ بہت خوش ہوا کہ بغیر قیمت ادا کیے بیٹا واپس مل جائے گا۔ آخر بیٹا غلامی سے نجات پا کر باپ کے ساتھ جانے پر کیوں راضی نہ ہوگا۔ حضور ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کو بلا کر دریافت فرمایا، زید! ان دونوں کو پہچانتے ہو؟ عرض کی، ہاں میرے آقا! یہ میرے والد اور چچا ہیں۔ آپ نے فرمایا، زید! اگر تم ان کے ساتھ جانا چاہو تو تم آزاد ہو اور اگر میرے پاس رہنا چاہو تو تمہارے مرضی، میرے طرف سے تمہیں اختیار ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنے والد اور چچا کو ایک نظر دیکھا پھر آپ ﷺ کی طرف منہ کر کے عرض کی، ''یا رسول اللہ ﷺ! میرے آقا! میں آپ کو چھوڑ کر کسی کے ساتھ نہیں جاؤں گا، خدا کے لیے آپ مجھے اپنے قدموں سے دور نہ کریں''۔ ان کی یہ بات سن کر ان کے والد اور چچا حیران رہ گئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آزاد ہو کر اپنے ماں باپ کے پاس جانے کے بجائے آقا کریم ﷺ کی غلامی کو کیوں پسند کیا؟ اس کا سبب صرف یہ تھا کہ حضور ﷺ نے ان کو کبھی غلام نہیں سمجھا بلکہ ان سے اس قدر زیادہ محبت و شفقت کا سلوک کیا کہ ان کے دل میں مصطفیٰ کریم ﷺ کی محبت پختہ اور راسخ ہوگئی اور انہوں نے دنیا کے ہر رشتے اور تعلق کو محبتِ مصطفیٰ ﷺ پر قربان کر دیا۔

جب زید رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہی تو آپ انہیں ساتھ لے کر خانہ کعبہ تشریف لے گئے اور وہاں یہ اعلان فرمایا، لوگو! گواہ ہو جاؤ، آج سے زید رضی اللہ عنہ میرا بیٹا ہے۔ یہ میرا وارث ہے اور میں اس کا وارث ہوں۔ لوگ یہ سن کر حیران ہو گئے کیونکہ ان کے نزدیک غلام تو صرف خدمت کے لیے ہوتے تھے۔ حارثہ اپنے بیٹے پر حضور ﷺ کی یہ محبت و عنایت دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اسے یہ یقین ہو گیا کہ جو محبت، عزت اور خوشی زید رضی اللہ عنہ کو یہاں حاصل ہے وہ اسے اس کے وطن میں نہیں مل سکتی۔ چنانچہ وہ خوشی خوشی اپنے وطن واپس لوٹ گئے۔ اس واقعہ کے بعد لوگ زید رضی اللہ عنہ کو حضرت محمد ﷺ کا بیٹا کہنے لگے۔

آقا و مولیٰ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو وہ بلند مقام عطا فرمایا کہ جنگ موتہ میں انہیں اسلامی لشکر کا سپہ سالار بنا دیا اور کئی بزرگ صحابہ نے ان کی قیادت میں یہ جنگ لڑی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ اس جنگ میں نہایت شجاعت و بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت پر نبی کریم ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ (۱۱۱)

رحمتِ عالم ﷺ نے بار ہا غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی تلقین فرمائی۔ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے، ''اپنے غلام کو وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور اسے وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔ جو غلام تمہیں پسند نہ ہو اسے بیچ دو مگر اسے عذاب نہ دو''۔ (۱۱۲)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے محبت:

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے۔ حضور اکرم ﷺ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ ساتھ اپنی محبت و عنایات میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھی شریک رکھتے تھے۔ جب کوئی کپڑا تحفہ میں آتا تو اپنے پیارے نواسوں کے ساتھ انہیں بھی پہناتے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا کریم ﷺ مجھے اپنی ایک ران مبارک پر اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دوسری پر بٹھا کر یہ دعا فرماتے، ''اے اللہ! میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں، تو بھی ان پر رحم فرما''۔ (۱۱۳)

ایک بار حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ جبکہ وہ بہت چھوٹے تھے، گھر کے دروازے پر گر پڑے اور ان کی پیشانی سے خون بہنے لگا۔ حضور ﷺ نے خود اپنے دستِ مبارک سے ان کا خون صاف کیا اور زخم پر اپنا مبارک تھوک لگا دیا جس کی برکت سے زخم ٹھیک ہو گیا۔ (۱۱۴)

حضور ﷺ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ آپ خود ان کا منہ اور ناک صاف کرتے، انہیں کپڑے پہناتے اور کبھی کبھی فرطِ محبت سے فرماتے، اگر اسامہ لڑکی ہوتی تو میں اس کو خوب زیور پہناتا اور اسے ایسا سنوار کر رکھتا کہ اس کی خوبصورتی کی دھوم سارے عرب میں مچ جاتی۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آقا کریم ﷺ کے وصال سے قبل ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک مجھ پر رکھے اور اٹھا لیے۔ میں جان گیا کہ آپ نے میرے لیے دعا فرمائی ہے۔ (۱۱۵)

ایک موقع پر حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا، ''اس سے محبت رکھو کیونکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں''۔ (۱۱۶)

حضور اکرم ﷺ نے دنیا سے پردہ فرمانے سے قبل آپ کو اسلامی لشکر کا سپہ سالار مقرر فرمایا۔ حضور ﷺ کی محبت کے باعث اکابر صحابہ کرام

بھی ان کا خاص خیال رکھتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں جب صحابہ کرام کے وظیفے مقرر کیے تو اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ تین ہزار اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ تین ہزار پانچ سو مقرر کیا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اباجان! میں تمام جنگوں میں اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں اور آپ بھی کسی لڑائی میں اسامہ رضی اللہ عنہ کے والد سے پیچھے نہیں رہے پھر میرا وظیفہ اسامہ سے کم کیوں ہے؟

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بیٹا! تم ٹھیک کہتے ہو مگر تمہارا وظیفہ اسامہ رضی اللہ عنہ سے اس لیے کم ہے کہ رسول اللہ ﷺ اسامہ کو تم سے زیادہ اور اسامہ کے والد کو تمہارے والد سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ پس میں نے آقا و مولیٰ ﷺ کی محبت کو اپنی محبت پر ترجیح دی ہے۔(۱۱۷)

حضور ﷺ کی اپنے خادم سے محبت:

آقائے دوجہاں ﷺ کے خاص خادموں میں تین صحابہ کرام نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بارگاہِ نبوی کے مؤذن بھی ہیں اور عاشقِ صادق بھی۔ راہِ حق میں بے شمار تکالیف دی گئیں مگر حق کا دامن نہ چھوڑا۔ جب سے آزاد ہوئے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں رہے۔ بازار سے سودا سلف لانا، قرض لینا اور ادا کرنا، مہمانوں کے کھانے پینے کا انتظام اور دیگر مالی امور آپ ہی کے ذمہ تھے۔(۱۱۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چھٹے نمبر پر ایمان لائے، آپ حضور ﷺ کے راز دار خادم تھے۔ سفر میں حضور ﷺ کی مسواک اور وضو کا اہتمام آپ کے سپرد تھا۔ جب آقا ﷺ کسی جگہ جلوہ افروز ہوتے تو آپ آقا کریم ﷺ کی نعلینِ پاک اٹھا کر اپنی بغل میں رکھ لیتے اور جب حضور ﷺ مجلس سے جانا چاہتے تو یہ نعلینِ پاک پہناتے۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے آپ کے جنتی ہونے کی گواہی دی۔ صحابہ کرام کہتے ہیں کہ آپ سیرت میں حضور ﷺ کے سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔(۱۱۹)

حضور ﷺ نے فرمایا، قرآن مجید کا علم چار صحابہ سے سیکھو۔ پھر آپ نے سب سے پہلے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔(۱۲۰) آپ فقہاء صحابہ میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ جلیل القدر تابعی امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ حنفی آپ ہی کی روایت کردہ احادیث پر مشتمل ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی بارگاہِ نبوی کے خاص خادم تھے۔ وضو کا پانی لانا اور گھر کے تمام چھوٹے موٹے کام کرنا نیز آقا کریم ﷺ کے حکم سے لوگوں کے پاس جانا آپ ہی کی ذمہ داری تھی۔ چونکہ آپ بچپن ہی سے حضور ﷺ کی خدمت کرتے رہے اس لیے ہم ان کا ذکر تفصیل سے کریں گے۔

حضرت اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی، ''یا رسول اللہ ﷺ! یہ میرا بیٹا ہے، میں اسے آپ کی خدمت کے لیے لائی ہوں، آپ اسے قبول فرمالیں''۔

حضور ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سر پر دستِ شفقت پھیرا اور برکت کی دعا فرمائی۔ اس وقت ان کی عمر نو یا دس سال تھی۔ آپ دن کا اکثر حصہ بارگاہِ نبوی میں حاضر رہتے اور جو خدمت آقا کریم ﷺ فرماتے وہ انجام دیتے۔

نبی کریم ﷺ کی محبت و رحمت اور حسنِ سلوک کی حضرت انس رضی اللہ عنہ یوں گواہی دیتے ہیں کہ ''میں نے دس سال آقا و مولیٰ ﷺ کی خدمت میں گذارے مگر نہ تو کبھی آپ مجھ پر ناراض ہوئے اور نہ کبھی مجھے ڈانٹا بلکہ یہ بھی نہ فرمایا کہ یہ کام تو نے کیوں کیا یا کیوں نہ کیا۔ اگر کبھی میرے ہاتھ سے نقصان بھی ہوگیا تو آپ نے مجھے برا بھلا نہیں کہا''۔(۱۲۱)

آپ اپنی ایک شرارت کا ذکر یوں کرتے ہیں کہ ایک روز آقا کریم ﷺ نے مجھے ایک کام سے کہیں بھیجا۔ میرے دل میں یہ تھا کہ میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا مگر زبان سے (شرارت کے طور پر) کہہ دیا کہ میں نہیں جاؤں گا۔ پھر میں باہر نکلا اور بچوں کا کھیل دیکھنے کھڑا ہوگیا۔

اتنے میں نبی کریم ﷺ وہاں تشریف لے آئے اور آپ نے پیچھے سے میرے سر کے بال پکڑ لیے۔ جب میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کو ہنستا ہوا پایا۔ آپ ﷺ نہ تو غصہ ہوئے اور نہ ناراض، بلکہ آپ نے مسکراتے ہوئے پیار سے فرمایا، تم وہاں کیوں نہ گئے جہاں میں نے بھیجا تھا؟ میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میں ضرور جاؤں گا، پھر میں وہاں چلا گیا۔(۱۲۲)

آقا و مولیٰ ﷺ کبھی کبھی خوش طبعی کے طور پر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے، ''اے دو کانوں والے!''۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی ابوعمیر رضی اللہ عنہ کے پاس بلبل کا بچہ تھا جو مرگیا۔ انہیں اس کا بہت رنج ہوا۔ حضور ﷺ نے اس کی اداسی دور کرنے کے لیے خوش طبعی کے طور پر فرمایا، یا ابا عمیر ما فعل النغیر؟ یعنی اے ابوعمیر تمہارے بلبل کو کیا ہوا؟ یہ بات سن کر ابوعمیر اپنا غم بھول کر بے اختیار ہنس پڑے۔(۱۲۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو آقا و مولیٰ ﷺ سے اس قدر زیادہ محبت تھی کہ آپ عمر کے آخری حصے میں جب حضور ﷺ کا ذکر فرماتے تو آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے اور آواز بھر جاتی۔ ایک مرتبہ جب حضور ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو فرمایا، حشر کے دن جب آقا ﷺ کی زیارت نصیب ہوگی تو عرض کروں گا، ''میرے آقا! آپ کا ادنیٰ غلام انس حاضر ہے''۔

ایک بار آقا کریم ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی، ''اے اللہ! اسے مال دے اور اس کی عمر میں برکت عطا فرما''۔ اس دعا کی برکت سے آپ بے حد مالدار ہو گئے، کثیر اولاد ہوئی اور آپ نے طویل عمر پائی۔ صحابہ کرام اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے تبرکات کو اپنے لیے باعثِ برکت و رحمت سمجھتے تھے۔ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت آیا تو یہ وصیت فرمائی، ''جب مجھے دفن کرنے لگو تو میرے ساتھ میرے آقا کریم ﷺ کے بال مبارک بھی دفن کر دینا تا کہ مجھے قبر میں بھی ان کی برکت نصیب ہو''۔ (۱۲۴)

بچوں کی تعلیم و تربیت:

پچھلے صفحات میں آپ یہ پڑھ چکے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے غلام حضرت زید رضی اللہ عنہ اور اپنے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایسی بہترین تربیت فرمائی کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آزاد ہو کر اپنے والد کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے مجھے کبھی ڈانٹا نہ مارا بلکہ پیار و محبت سے مجھے اچھی باتیں سکھائیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ایک بار آقا کریم ﷺ نے حکمت بھرے انداز میں مجھے یوں نصیحت فرمائی، ''اے میرے بیٹے! اگر تم سے ہو سکے تو صبح و شام ایسے رہو کہ تمہارے دل میں کسی کی طرف سے کینہ نہ ہو۔ اے میرے بیٹے! یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا''۔ (۱۲۵)

جب کوئی بچہ غلط کام کرتا تو آقا کریم ﷺ اسے نہایت شفقت و محبت سے سمجھاتے اور اس کے حق میں دعا بھی فرماتے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بچپن میں مدینہ شریف کے باغوں میں جایا کرتا اور کھجور کے درختوں پر پتھر مار مار کر کھجوریں گرا کر کھاتا تھا۔ ایک دن باغ کے مالک نے مجھے پکڑ لیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں لے گیا۔

آقا و مولیٰ ﷺ نے اس کی شکایت سن کر مجھ سے دریافت فرمایا، تم درختوں پر پتھر کیوں مارتے ہو؟ میں نے عرض کی، کھجوریں کھانے کے لیے۔ آپ نے نرمی سے فرمایا، پتھر مت مارا کرو البتہ کھجوریں پک کر نیچے گر جاتی ہیں، انہیں کھا لیا کرو۔ پھر آپ نے محبت سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے حق میں دعا فرمائی، ''اے اللہ! اس کا پیٹ بھر دے''۔ (۱۲۶)

ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو باقاعدگی سے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا کرتی تھیں۔ ایک بار حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ چند روز تک خدمت میں حاضر نہ ہوئے۔ انہیں علم ہوا تو بہت ناراض ہوئیں اور اپنے بیٹے کو برا بھلا کہا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے معافی مانگی اور پکا وعدہ کیا کہ اب غیر حاضری نہ ہوگی، میں آقا کریم ﷺ کے پیچھے نمازِ مغرب پڑھوں گا اور اپنے اور آپ کے لیے مغفرت کی دعا کراؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور نماز پڑھ کر حضور ﷺ کے پیچھے چل پڑے۔

آپ ﷺ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو فرمایا، ''کون؟ حذیفہ'' عرض کی، ''جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ!'' آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، ''اللہ تعالیٰ تیری اور تیری ماں کی مغفرت کرے''۔ (۱۲۷)

قابلِ غور بات یہ ہے کہ جو بات حذیفہ نے گھر میں والدہ سے کہی تھی غیب جاننے والے آقا ﷺ نے ان کے کہے بغیر وہ دعا فرما دی۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ پوشیدہ باتوں کا علم رکھتے تھے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ بچوں کی تربیت کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ آپ بچوں کو سلام کرنے میں پہل کیا کرتے (۱۲۸) تا کہ انہیں سلام میں پہل کرنے کی عادت ہو جائے۔ آپ نے بچوں کو تلقین فرمائی کہ وہ بڑوں کو سلام کرنے میں پہل کیا کریں۔ اس کا ثواب بھی زیادہ ہے اور سلام میں پہل کرنے والا اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ (۱۲۹)

آقا و مولیٰ ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یوں نصیحت فرمائی، ''اے میرے بیٹے! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جایا کرو تو انہیں سلام کیا کرو۔ یہ تمہارے لیے بھی برکت کا باعث ہوگا اور تمہارے گھر والوں کے لیے بھی''۔ (۱۳۰)

نبی کریم ﷺ کو جھوٹ سخت ناپسند تھا۔ آپ فرماتے کہ بچوں سے مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بولنا چاہیے تا کہ وہ بچپن ہی سے جھوٹ سے دور رہیں۔ کمسن عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار میری ماں نے مجھے کہا، یہاں آؤ، تمہیں ایک چیز دوں گی۔ حضور ﷺ پاس موجود تھے۔ آپ نے فرمایا، اسے کیا چیز دو گی؟ میری ماں نے عرض کی، اسے کھجوریں دوں گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اگر تم اسے کچھ نہ دیتیں تو

تمہارے ذمہ جھوٹ لکھا جاتا۔(۱۳۱)

آپ دستر خوان پر بچوں کو ساتھ بٹھاتے اور انہیں کھانے پینے کے آداب سکھاتے۔ اگر کوئی بسم اللہ پڑھے بغیر کھانا شروع کر دیتا تو آپ نرمی سے فرماتے، بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھاؤ۔ اسی طرح اگر کوئی بچہ دوسرے کے سامنے سے کھانے لگتا تو آپ اسے پیار سے فرماتے، بیٹا! کھانا اپنے سامنے سے کھانا چاہیے۔ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں بچہ تھا اور حضور ﷺ کی نگرانی میں پرورش پا رہا تھا۔ ایک دن دستر خوان پر اپنے آگے سے کھانے کے بجائے میں اپنا ہاتھ دوسرے پیالے کی طرف بڑھانے لگا تو حضور ﷺ نے فرمایا، بسم اللہ پڑھو اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔(۱۳۲)

آپ ﷺ نے کھانے کے آداب یہ سکھائے کہ کھانے سے پہلے دونوں ہاتھ دھوئیں پھر بسم اللہ پڑھ کر دائیں ہاتھ سے اپنے سامنے سے کھانا کھائیں۔ کھانے کے بعد دعا پڑھ کر ہاتھ دھو لیے جائیں اور انہیں رومال یا تولیے سے خشک کر لیا جائے۔ آپ پینے سے قبل بسم اللہ پڑھتے اور پینے کے بعد الحمد للہ فرماتے اور تین سانس میں پیتے۔ آپ نے کھڑے ہو کر کھانے پینے سے بھی منع فرمایا ہے۔(۱۳۳)

نبی کریم ﷺ جب کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو دروازے کے سامنے نہ کھڑے ہوتے بلکہ دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے اور اجازت لے کر اندر جاتے۔ آپ نے اپنے پروانوں کی بھی عملی تربیت فرمائی چنانچہ جب کوئی بغیر اجازت گھر میں داخل ہو جاتا تو آپ ﷺ اسے پیار بھرے لہجے میں فرماتے، تم دوبارہ گھر سے باہر جاؤ، السلام علیکم کہو اور پھر اجازت لے کر اندر آؤ۔(۱۳۴)

حضور ﷺ ظاہری صفائی کا بھی بے حد اہتمام فرماتے اور لوگوں کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔ آپ لباس وجسم کی صفائی، مسواک کے ذریعے منہ اور دانتوں کی صفائی اور الجھے ہوئے بالوں کی صورت میں کنگھی کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے،''صفائی نصف ایمان ہے''۔(۱۳۵)

ایک اور حدیث پاک میں پاکیزگی اور نماز دونوں کی اہمیت یوں بیان فرمائی گئی،''جنت کی چابی نماز ہے اور نماز کی چابی طہارت ہے''۔(۱۳۶)

بچوں کی تربیت میں سختی کرنا:

دین کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اولاد کو دین سکھانا والدین کی اولین ذمہ داری ہے۔

ایک بار بہت چھوٹی عمر میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور منہ میں ڈال لی۔ نبی کریم ﷺ نے دیکھا تو فرمایا تھوک دو! منہ سے نکال کر پھینک دو۔ پھر فرمایا، بیٹا! ہم صدقہ نہیں کھاتے۔(۱۳۷)

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ والدین پر واجب ہوتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو غیر شرعی کاموں سے روکیں۔(۱۳۸)

آقا و مولیٰ ﷺ بچوں کو خود بھی وضو اور نماز سکھاتے اور اپنے صحابہ کرام کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔

آپ ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے،''جب بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو ان کے بستر علیحدہ کر دو اور اگر وہ اس عمر میں نماز سے غفلت کریں تو ان پر سختی کرو''۔(۱۳۹)

اس سے معلوم ہوا کہ اولاد جب سمجھ دار ہو جائے تو اس کی دینی تربیت میں مناسب سختی کرنا ضروری ہے اور یہ بھی اولاد سے محبت ہی کا ایک اہم تقاضا ہے کہ انہیں دوزخ کی آگ سے بچایا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،''اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ''۔(۱۴۰) یعنی اپنے گھر والوں کو تمام برے کاموں سے بچانا اور دینی احکام پر عمل کروانا ہر مومن کی شرعی ذمہ داری ہے۔

اسی لیے آقا کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو یہ نصیحت فرمائی کہ''تم اپنے گھر والوں کی تربیت میں اپنی چھڑی ان سے نہ ہٹانا یعنی مناسب سختی کرتے رہنا''۔(۱۴۱)

دین سکھانے میں حکمت و دانائی سے کام لینا چاہیے۔ جہاں پیار و محبت سے کام چلے وہاں سختی مناسب نہیں اور جہاں نگاہوں کی تیزی اصلاح کے لیے کافی ہو وہاں مار پیٹ روا نہیں۔

رسول معظم ﷺ کا ارشاد ہے، تین لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام فرما دی۔ اول: شراب کا عادی۔ دوم: والدین کا نافرمان اور سوم وہ بے حیا جو اپنے گھر بے حیائی اور بے غیرتی کے کام ہونے دے۔(۱۴۲)

اس حدیث پاک سے واضح ہے کہ جو لوگ اپنی اولاد کی دینی تربیت سے غافل ہوں گے اور بے حیائی کے کاموں سے اپنی اولاد کو نہیں

روکیں گے وہ جنت سے محروم کر دیے جائیں گے جبکہ ان کی اولاد بھی اپنے گناہوں کے باعث عذاب میں مبتلا ہوگی۔ لہٰذا اگر والدین کو اپنی اولاد سے سچی محبت ہے تو انہیں چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو بے حیائی اور بے پردگی سے روکیں اور اپنے گھر کا ماحول اسلامی بنائیں۔

ایک خاتون جب باریک لباس پہن کر آقا کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے چہرہ اقدس پھیر لیا اور فرمایا، ''جب لڑکی بالغ ہو جائے تو سوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آنا چاہیے''۔ (۱۴۳)

لڑکیوں کے بالغ ہونے کی ابتدائی عمر نو سال ہے گویا اس عمر سے لڑکیوں کو بے پردگی سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں ارشادِ نبوی ہے، ''نامحرم کو دیکھنے والے پر اور جسے دیکھا جائے جبکہ وہ قصداً خود کو دکھائے، ان دونوں پر اللہ کی لعنت ہے''۔ (۱۴۴)

بچوں کو مستقبل کا معمار کہا جاتا ہے لہٰذا ایک مثالی اسلامی معاشرہ تشکیل دینے کے لیے ضروری ہے کہ بچے دینی تعلیم حاصل کریں اور پھر اسلامی اصولوں پر عمل کر کے اسلامی معاشرے کے قیام میں بھرپور کردار ادا کریں۔

آقا و مولیٰ ﷺ کے زیرِ تربیت بچوں نے کیا کارہائے نمایاں انجام دیے، اس حوالے سے چند واقعات پیشِ خدمت ہیں۔

دو کم عمر مجاہد:

حضور ﷺ بچوں سے بے حد محبت کرتے اور بچے بھی اپنے آقا و مولیٰ نبی کریم ﷺ سے بہت محبت کرتے تھے۔ جو حضور ﷺ سے محبت کرتا، وہ بچوں کا محبوب ہو جاتا اور جو حضور ﷺ کو تکلیف دیتا، بچے اس سے شدید نفرت کرتے۔

اس کی واضح مثال دو مجاہد بچے معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں آقا کریم ﷺ کے دشمن ابوجہل سے شدید نفرت تھی اور ہم نے سنا تھا کہ اسے قتل کرنا مشکل ہے کیونکہ وہ محافظوں کے درمیان رہتا ہے مگر ہم نے اس کے قتل کا ارادہ کر لیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے میدان میں مجھ سے ان کم عمر مجاہدوں نے پوچھا، چچا جان! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا، ہاں مگر تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ انہوں نے جواب دیا، ''وہ ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کی برائی کرتا ہے۔ خدا کی قسم! اگر وہ ہمیں مل جائے تو یا وہ زندہ رہے گا، یا ہم''۔

اتنے میں ابوجہل گھوڑے پر سوار نظر آیا۔ میں نے کہا وہ ابوجہل ہے۔ وہ دونوں مجاہد بچے بجلی کی طرح اس کی طرف لپکے اور تلوار سے اتنے وار کیے کہ ابوجہل زخمی ہو کر نیچے گر گیا۔ پھر معوذ رضی اللہ عنہ نے ایسا وار کیا کہ وہ ہلنے جلنے کے قابل نہ رہا۔ انہوں نے اسے قتل نہ کیا تا کہ وہ تڑپ تڑپ کر جان دے۔ آخر کار عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ کم عمر مجاہد حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

جب میں نے ابوجہل پر حملہ کیا تو اس کے بیٹے عکرمہ نے جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، میرے کندھے پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ میرا بازو کٹ کر جسم کے ساتھ لٹک گیا مگر میں نے اسی حالت میں جنگ جاری رکھی۔ چونکہ یہ کٹا ہوا بازو تلوار چلانے میں رکاوٹ بن رہا تھا اس لیے میں نے اس کو پاؤں کے نیچے دبا کر زور سے کھینچا تو وہ بازو جسم سے الگ ہو گیا۔ میں نے اسے پھینک دیا اور ایک ہاتھ سے لڑتا رہا۔ (۱۴۵)

بچوں میں جہاد کا شوق:

یہ حقیقت ہے کہ کافر جتنی محبت زندگی سے کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ مومن راہِ حق میں شہادت کو محبوب رکھتے ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ جہاد کا اعلان فرماتے تو بڑوں کے ساتھ بچوں کی بھی بڑی تعداد کافروں سے لڑنے کے لیے وہاں پہنچ جاتی۔ جب آقا و مولیٰ ﷺ لشکر کا معائنہ فرماتے تو کم عمر بچوں کو واپس بھیج دیتے۔

مسلمانوں کا پہلا معرکہ بدر کے مقام پر ہوا۔ اس لڑائی میں شرکت کا شوق اور شہادت کی تمنا لے کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بارگاہِ نبوی میں پہنچے تو کم عمر ہونے کی وجہ سے آقا کریم ﷺ نے انہیں واپس لوٹا دیا۔ یہ دونوں بہت افسردہ ہوئے کہ ہم جہاد فی سبیل اللہ کی سعادت سے محروم ہو گئے۔ یہ اتنے کم عمر تھے کہ جب ایک سال بعد غزوہ احد کا موقع آیا تو یہ دونوں کمسن مجاہد پھر شوقِ شہادت لے کر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے لیکن کم عمر ہونے کے باعث انہیں اس بار بھی اجازت نہ ملی۔

غزوہ احد میں ان کے علاوہ جن کمسن لڑکوں نے اپنے آپ کو جہاد کے لیے بارگاہِ رسالت میں پیش کیا ان میں زید بن ثابت، اسامہ بن زید، ابوسعید خدری، عرابۃ بن اوس، زید بن ارقم، عمرو بن حزم، رافع بن خدیج، اسید بن ظہیر اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم زیادہ نمایاں ہیں۔ ان سب صحابہ کرام کی عمریں تیرہ چودہ سال کے لگ بھگ ہوں گی۔ رسول کریم ﷺ نے انہیں جہاد میں شریک ہونے کی اجازت نہیں دی اور واپس فرما دیا۔

جب رافع بن خدیج رضی اللہ عنہما کو واپسی کا حکم دیا گیا تو ان کے والد حضرت خدیج رضی اللہ عنہ نے ان کی سفارش کرتے ہوئے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! میرا لڑکا بہت اچھی طرح تیر چلا سکتا ہے اس لیے اسے جہاد میں شرکت کی اجازت دی جائے۔ جب آقا و مولیٰ ﷺ نے رافع رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا تو وہ پنجوں کے بل کھڑے ہو گئے تا کہ ان کا قد اونچا نظر آئے اور انہیں جہاد میں شرکت کی اجازت مل جائے۔ حضور ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔

جب جنگ سے واپس کیے جانے والے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کو اس بات کی خبر ہوئی تو انہوں نے اپنے والد سے کہا آقا ﷺ نے رافع کو اجازت دے دی ہے تو پھر مجھے بھی ملنی چاہیے کیونکہ میں اس سے طاقتور ہوں۔ اگر ہماری کشتی کرائی جائے تو میں اسے پچھاڑ لوں گا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے دونوں کی کشتی کرائی اور سمرہ نے رافع کو گرا دیا۔ اس پر سمرہ رضی اللہ عنہ کو بھی جہاد میں شریک ہونے کی اجازت مل گئی۔ اسی طرح بعض اور لڑکوں نے بھی جہاد میں شرکت کی اجازت حاصل کر لی۔ (۱۴۶)

شوقِ شہادت اور آنسو:

آپ شاید یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک ننھے مجاہد کے جذبہ کی سچائی اور آنسوؤں کی وجہ سے انہیں جہاد میں شرکت کی اجازت عطا فرمائی جبکہ وہ اتنے چھوٹے تھے کہ ان کے قد سے تلوار زیادہ بڑی تھی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بدر کی جنگ کے لیے لشکر تیار کیا جا رہا تھا تو میں نے اپنے چھوٹے بھائی عمیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ادھر اُدھر چھپتے پھر رہے ہیں۔ مجھے حیرانی ہوئی اور میں نے ان سے پوچھا، تم اس طرح چھپتے کیوں پھر رہے ہو؟ وہ بولے، بھائی جان! میں بھی جہاد میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کی نعمت عطا فرما دے۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ اگر آقا ﷺ نے مجھے دیکھ لیا تو چھوٹا سمجھ کر جہاد میں جانے سے منع فرما دیں گے، اس لیے ان کی نظروں سے بچنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے جب لشکر کا معائنہ فرمایا تو کمسن عمیر کو منع فرما دیا۔ اس پر عمیر رضی اللہ عنہ شدتِ شوق کے باعث زار و قطار رونے لگے۔ ان کے جوشِ جہاد، شوقِ شہادت اور آنسو بہانے کا حال دیکھ کر آقا کریم ﷺ پر بہت اثر ہوا اور آپ نے انہیں جہاد میں حصہ لینے کی اجازت دے دی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ چھوٹے تھے اور ان کی تلوار بڑی تھی اور انہیں صحیح طرح تلوار لٹکانا بھی نہیں آتی تھی۔ ان کا جذبہ سچا تھا اس لیے وہ جہاد میں بھی شریک ہوئے اور شہادت کی نعمت بھی پائی۔ (۱۴۷)

اسی طرح ایک غلام کا واقعہ ہے جنہیں کم عمر ہونے کی وجہ سے جہاد میں حصہ لینے کی اجازت نہیں ملی تو انہوں نے اپنے سرداروں سے سفارش کروائی۔ نبی کریم ﷺ نے جہاد میں شرکت کی اجازت بھی دی اور ایک تلوار بھی عطا فرمائی۔

ان کمسن صحابی کا نام بھی عمیر رضی اللہ عنہ تھا۔ چونکہ ان کا قد چھوٹا تھا اور تلوار بڑی، اس لیے انہوں نے تلوار اپنے گلے میں لٹکا لی اس کے باوجود جب وہ چلنے لگے تو تلوار زمین پر گھسٹتی جاتی تھی۔ اسی حال میں انہوں نے خیبر کی جنگ میں شرکت کی اور غازی ہوئے۔ (۱۴۸)

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی بہادری:

مدینہ طیبہ سے کچھ فاصلے پر نبی کریم ﷺ کے اونٹ چرا کرتے تھے۔ ایک دن کافروں نے حملہ کر کے ان کے نگہبان کو شہید کر دیا اور اونٹ لے کر چل دیے۔ اتفاق سے اس وقت حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ تیر کمان لیے پیدل اسی سمت جا رہے تھے کہ ان کی نظر لٹیروں پر پڑ گئی۔ آپ کی عمر بارہ یا تیرہ سال تھی، تیز دوڑنے میں کوئی آپ کا ثانی نہیں تھا اور آپ بہترین تیر انداز بھی تھے۔

آپ نے فوراً قریبی پہاڑی پر چڑھ کر مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے اس سانحہ کا اعلان کیا اور خود تیر کمان لے کر کافروں کی طرف دوڑنے لگے۔ مشہور تھا کہ ''سلمہ دوڑ کر گھوڑے کو پکڑ سکتے ہیں''۔ کافر سب مسلح اور گھوڑوں پر سوار تھے۔ آپ دوڑ کر ان کے قریب پہنچ گئے اور تیر مارنے شروع کیے۔ آپ نے اتنی تیزی سے تیر برسائے کہ وہ یہ سمجھے، کوئی بڑا مجمع پیچھے آ گیا ہے اس لیے وہ مقابلے کے لیے نہیں رکے۔ آپ تیر برسا کر درختوں کے پیچھے ہو جاتے اس طرح وہ بھاگتے رہے اور آپ پیچھا کرتے رہے حتیٰ کہ وہ حضور ﷺ کے اونٹ بھی چھوڑ گئے اور ساتھ ہی تیس نیزے اور اتنی ہی چادریں بھی۔

اتنے میں کافروں کا ایک گروہ ان کی مدد کے لیے پہنچ گیا اور انہوں نے جان لیا کہ سلمہ رضی اللہ عنہ اکیلے ہیں۔ چنانچہ وہ واپس پلٹ آئے اور آپ کا پیچھا کرنے لگے۔ آپ پہاڑ پر چڑھ گئے تو وہ بھی پہاڑ پر چڑھنے لگے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بلند آواز سے کہا، ٹھہرو! پہلے میری بات سنو۔ تم جانتے ہو میں کون ہوں؟ انہوں نے کہا، بتاؤ تو کون ہے؟ میں نے کہا، ''میں سلمہ بن الاکوع ہوں۔ اُس ذاتِ اقدس کی قسم جس نے حضرت محمد ﷺ کو عزت دی، تم میں سے اگر کوئی مجھے پکڑنا چاہے تو نہیں پکڑ سکتا اور میں تم میں سے جس کو پکڑنا

چاہوں وہ مجھ سے ہرگز نہیں بچ سکتا''۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اسی طرح ان کو بات چیت میں الجھائے رکھا تا کہ مدینہ منورہ سے میری مدد پہنچ جائے۔ یہاں تک کہ کچھ ہی دیر میں مدینہ منورہ کی طرف سے گھڑ سوار آتے دکھائی دیئے اور انہوں نے آتے ہی کافروں پر حملہ کر دیا۔ ایک صحابی شہید ہوئے جبکہ کئی کافر مارے گئے۔ (۱۴۹)

اتنی سی عمر میں اس قدر جرات و بہادری کا مظاہرہ بلاشبہ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا بے مثال کارنامہ ہے۔

کم عمر پہرے دار:

غزوہ احد کے موقع پر کافر زبردست تیاری کے ساتھ آئے تھے اور ان کے لشکر نے مدینہ شریف کے قریب پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ جنگ سے پہلے والی رات حملے کا بہت خطرہ تھا۔ جب رات ہوئی تو حضور ﷺ نے پچاس مجاہدوں کو لشکر کی حفاظت پر مامور کیا اور پھر فرمایا، آج رات میرے خیمے پر کون پہرا دے گا؟

اندھیرے میں ایک نوجوان کھڑا ہوا اور کہنے لگا، یارسول اللہ ﷺ! میں پہرا دوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا، تمہارا نام کیا ہے؟ وہ بولا ذکوان۔ آپ نے فرمایا، تم بیٹھ جاؤ۔ پھر دریافت فرمایا؟ آج کی رات میرے خیمے کی حفاظت کون کرے گا؟ اس پر ایک صاحب کھڑے ہوئے، یا رسول اللہ ﷺ! میں حاضر ہوں۔ چونکہ اندھیرا تھا اس لیے حضور ﷺ نے نام پوچھا تو جواب ملا، ابوسبع (سبع کا باپ) آپ نے فرمایا، بیٹھ جاؤ۔

پھر تیسری بار آقا ومولیٰ ﷺ نے فرمایا، اس کام کے لیے کون تیار ہے؟ ایک صاحب کھڑے ہوئے، میں یہ فریضہ انجام دوں گا۔ آپ نے نام دریافت کیا تو آواز آئی، ابن عبدالقیس (عبدقیس کا بیٹا) آپ نے فرمایا تم بھی بیٹھ جاؤ۔

پھر حضور ﷺ نے حکم دیا کہ تینوں آدمی آ جائیں۔ تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ ایک نوجوان سامنے موجود ہے۔ آپ نے فرمایا، تمہارے دوسرے ساتھی کہاں ہیں؟ اس نے عرض کی، میرے آقا ﷺ! تینوں بار میں ہی اٹھا تھا۔ حضور ﷺ نے اسے دعا دی اور پہرے دار مقرر فرمایا۔ یہ کم عمر مجاہد ساری رات آقا کریم ﷺ کے خیمے کے گرد پہرہ دیتے رہے۔ (۱۵۰)

شہداء کے بہادر بیٹے:

نبی کریم ﷺ جب احد کی لڑائی کے بعد مدینہ منورہ پہنچے تو خبر ملی کہ کفار ایک اور حملہ کا ارادہ کر رہے ہیں۔ مسلمان فوراً تیار ہو گئے اگرچہ اس وقت بہت تھکے ہوئے تھے۔ آپ نے اعلان فرمایا، صرف وہی لوگ ساتھ چلیں جو احد میں ساتھ تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی، میرے آقا ﷺ! احد کی جنگ میں شرکت کی میری بھی تمنا تھی لیکن میرے والد نے مجھے یہ کہہ کر اجازت نہیں دی کہ تمہاری سات بہنیں ہیں اور یہاں ایک مرد کا ہونا ضروری ہے۔ یارسول اللہ ﷺ! اب چونکہ وہ غزوۂ احد میں شہید ہو چکے ہیں اس لیے ان کی جگہ مجھے ساتھ جانے کی اجازت دی جائے۔ حضور ﷺ نے انہیں اجازت عطا فرما دی۔ (۱۵۱)

غور فرمائیں کہ باپ ابھی شہید ہوا ہے اور سات بہنوں کی کفالت اب انہی کے ذمہ ہے پھر بھی آقا ومولیٰ ﷺ پر جان نثار کرنے کا جذبہ ہے جو ہر جذبہ پر غالب ہے۔

اسی طرح جنگِ احد میں حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ ان کے بیٹے ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ کو بھی کم عمر ہونے کے باعث جہاد میں شرکت کی اجازت نہیں ملی تھی۔ چونکہ ان کی کوئی جائیداد نہیں تھی اس لیے ان کے بیٹے اور اہلیہ سخت تنگدستی میں مبتلا ہو گئے۔ ان کی اہلیہ نے ایک دن اپنے بیٹے سے کہا، تم بارگاہِ نبوی میں جا کر حضور ﷺ سے کچھ سوال کرو۔

یہ جب حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے انہیں دیکھ کر ارشاد فرمایا، ''جو اللہ تعالیٰ سے صبر مانگتا ہے اسے صبر ملتا ہے اور جو پارسائی مانگتا ہے اسے پارسائی ملتی ہے اور جو غنا چاہتا ہے اسے غنی بنا دیا جاتا ہے''۔

یہ سن کر سخت مالی تنگی اور شدید ضرورت کے باوجود تیرہ سالہ یتیم ابوسعید رضی اللہ عنہ آقا کریم ﷺ کی خدمت میں اپنی پریشانی ظاہر کیے بغیر گھر آ جاتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اس صبر کا ابوسعید رضی اللہ عنہ کو یہ انعام دیا کہ ان کی تنگی مال و دولت کی فراوانی میں بدل گئی اور وہ دنیائے علم وفضل کے درخشاں ستارے بن گئے۔ (۱۵۲)

جان ہے عشقِ مصطفیٰ ﷺ:

اس کتاب کا خلاصہ یہی ہے کہ آقا ومولیٰ ﷺ کی محبت ایمان کی روح اور دین کی اصل ہے اور محبت کا اہم ترین تقاضا یہ ہے کہ محبوبِ کریم ﷺ کی اطاعت کی جائے۔

آقا کریم ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے، ''تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کے والدین، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہوجاؤں''۔(۱۵۲)

ایک شخص نے بارگاہِ نبوی میں عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! قیامت کب آئے گی؟ فرمایا، یہ بتا تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے عرض کی، میرے آقا ﷺ! میں نے نہ بہت سی نمازیں جمع کی ہیں اور نہ روزے اور نہ ہی صدقات لیکن اتنا ضرور ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا، ''پھر تو قیامت میں انہی کے ساتھ ہوگا جن سے محبت رکھتا ہے''۔(۱۵۳)

آقا و مولیٰ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے ''تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہشات میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہوجائیں''۔(۱۵۴)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے پیارے حبیبِ لبیب نبی کریم رؤف و رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے و طفیل ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے دلوں کو عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی روشنی سے منور فرمائے۔ آمین

صلّی اللّٰہ علی النبی الامّی واٰلہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم صلوٰۃ وّسلاماً علیک یا رسول اللّٰہ. والحمد للّٰہ ربّ العٰلمین

حوالہ جات

(۱)ترمذی۔ (۲)مشکوٰۃ۔ (۳)مشکوٰۃ۔ (۴)مسلم۔ (۵)مدارج النبوۃ۔
(۶)ابن ماجہ، بیہقی۔ (۷)جلاء الافہام بحوالہ ابن ماجہ طبرانی۔ (۸)نسائی۔ (۹)ابن ماجہ۔
(۱۰)مدارج النبوۃ۔ (۱۱)زرقانی۔ (۱۲)طبقات ابن سعد۔ (۱۳)مدارج النبوۃ۔ (۱۴)مواہب الدنیہ۔
(۱۵)زرقانی۔ (۱۶)طبقات ابن سعد۔ (۱۷)مدارج النبوۃ۔ (۱۸)مدارج النبوۃ۔ (۱۹)الاصابہ، مدارج النبوۃ۔
(۲۰)ابوداؤد، ابن ماجہ۔ (۲۱)مشکوٰۃ۔ (۲۲)بخاری۔ (۲۳)مشکوٰۃ۔ (۲۴)ابوداؤد۔
(۲۵)مشکوٰۃ۔ (۲۶)مسند دارمی۔ (۲۷)بخاری، مسلم۔ (۲۸)بخاری۔ (۲۹)ابوداؤد۔
(۳۰)طبرانی۔ (۳۱)بہار شریعت۔ (۳۲)طبرانی۔ (۳۳)بخاری، مسلم۔ (۳۴)الاصابہ، اسد الغابہ۔
(۳۵)الاصابہ، اسد الغابہ۔ (۳۶)مشکوٰۃ۔ (۳۷)ابوداؤد۔ (۳۸)مدارج النبوۃ۔
(۳۹)ترمذی۔ (۴۰)ترمذی۔ (۴۱)بخاری۔ (۴۲)ترمذی۔ (۴۳)بخاری، مسلم۔
(۴۴)کیمیائے سعادت۔ (۴۵)ترمذی۔ (۴۶)ترمذی۔ (۴۷)حجۃ اللہ علی العالمین۔
(۴۸)ترمذی۔ (۴۹)بخاری۔ (۵۰)بخاری۔ (۵۱)الاصابہ۔ (۵۲)طبقات ابن سعد۔
(۵۳)مرقاۃ۔ (۵۴)مدارج النبوۃ۔ (۵۵)مسلم۔ (۵۶)الاصابہ۔ (۵۷)مشکوٰۃ۔
(۵۸)مسلم۔ (۵۹)بخاری، مسلم۔ (۶۰)بہار شریعت۔ (۶۱)بہار شریعت۔ (۶۲)ترمذی۔
(۶۳)بہار شریعت۔ (۶۴)بخاری۔ (۶۵)بخاری۔ (۶۶)بخاری۔ (۶۷)ترمذی۔
(۶۸)الاصابہ۔ (۶۹)الاستیعاب۔ (۷۰)بخاری۔ (۷۱)مسلم۔ (۷۲)مسلم۔
(۷۳)کتاب الشفا۔ (۷۴)ابن ماجہ۔ (۷۵)مشکوٰۃ۔ (۷۶)زرقانی، خصائص کبریٰ۔
(۷۷)خصائص کبریٰ۔ (۷۸)خصائص کبریٰ، حجۃ اللہ علی العالمین۔ (۷۹)بخاری۔
(۸۰)ترمذی۔ (۸۱)بخاری۔ (۸۲)بخاری۔ (۸۳)بخاری۔ (۸۴)حصن حصین۔
(۸۵)بخاری۔ (۸۶)مسلم۔ (۸۷)بخاری، مسلم۔ (۸۸)بخاری، مسلم۔ (۸۹)بخاری۔
(۹۰)بخاری۔ (۹۱)الاصابہ، اسد الغابہ۔ (۹۲)مسلم۔ (۹۳)مستدرک۔
(۹۴)بخاری۔ (۹۵)مسلم۔ (۹۶)مسلم۔ (۹۷)مشکوٰۃ۔ (۹۸)زرقانی۔
(۹۹)ترمذی۔ (۱۰۰)مشکوٰۃ۔ (۱۰۱)مسلم۔ (۱۰۲)مشکوٰۃ۔ (۱۰۳)مشکوٰۃ۔
(۱۰۴)بخاری، مسلم۔ (۱۰۵)بخاری۔ (۱۰۶)الاصابہ۔ (۱۰۷)تاریخ خمیس۔ (۱۰۸)بخاری۔
(۱۰۹)مشکوٰۃ۔ (۱۱۰)الاصابہ۔ (۱۱۱)تاریخ خمیس۔ (۱۱۲)مشکوٰۃ۔ (۱۱۳)بخاری۔
(۱۱۴)ترمذی۔ (۱۱۵)ترمذی۔ (۱۱۶)ترمذی۔ (۱۱۷)ترمذی۔ (۱۱۸)الاصابہ، اسد الغابہ۔

(۱۱۹) بخاری۔ (۱۲۰) بخاری۔ (۱۲۱) بخاری۔ (۱۲۲) مشکوٰۃ۔ (۱۲۳) ترمذی۔
(۱۲۴) بخاری۔ (۱۲۵) بخاری۔ (۱۲۶) ابوداؤد۔ (۱۲۷) الاصابہ، اسدالغابہ۔
(۱۲۸) بخاری۔ (۱۲۹) بخاری۔ (۱۳۰) ترمذی۔ (۱۳۱) ابوداؤد۔ (۱۳۲) بخاری، مسلم۔
(۱۳۳) مشکوٰۃ۔ (۱۳۴) ترمذی، ابوداؤد۔ (۱۳۵) مسلم۔ (۱۳۶) مشکوٰۃ۔
(۱۳۷) بخاری، مسلم۔ (۱۳۸) مرقاۃ۔ (۱۳۹) ابوداؤد۔ (۱۴۰) التحریم:۶۔ (۱۴۱) مشکوٰۃ۔
(۱۴۲) نسائی۔ (۱۴۳) ابوداؤد۔ (۱۴۴) مشکوٰۃ۔ (۱۴۵) بخاری، تاریخ خمیس۔
(۱۴۶) تاریخ خمیس۔ (۱۴۷) الاصابہ۔ (۱۴۸) ابوداؤد۔ (۱۴۹) ابوداؤد۔ (۱۵۰) تاریخ خمیس۔
(۱۵۱) استیعاب، الاصابہ۔ (۱۵۲) بخاری، مسلم۔ (۱۵۳) بخاری۔ (۱۵۴) مشکوٰۃ۔

حضور ﷺ کی بچوں سے محبت

علامہ شاہ تراب الحق قادری

اویس قرنی رضی اللہ عنہ

علوی مشرب کا فقیر خدا مست

سُنّی فاؤنڈیشن کی دعوت پر یہ خوبصورت مقالہ لکھا گیا اور عمران حسین چوہدری نے برمنگھم میں علامہ غلام رسول چک سواری کے زیر صدارت ایک سیمینار میں شاہ صاحب کی خدمت میں پڑھنے کی درخواست کی۔ شاہ جی کی باتیں علماء نے شعروں کی طرح جذبہ وشوق کے عالم میں سماعت فرمائیں۔

انگلینڈ کی اس ٹھنڈی رات میں عشق کا الاؤ روشن کرنے کے لئے ''اویس قرنیؓ'' کے نام کا انتخاب اچھا لگا ہے۔ ہم جس ''دورِ بے غور'' یا زمانہ ارتقاء سے گذر رہے ہیں ہر چیز مہنگی سے مہنگی اور گراں در گراں ہوتی جا رہی ہے۔ ''سیل'' صرف آدمیت کی لگی ہے۔ کسی شاعر نے کتنی اچھی بات کی تھی:

عجیب دور ہے یہ دورِ ارتقاء اے دوست
ہر ایک کی قدر بڑھی ، قدرِ آدمی نہ رہی

موت کی آغوش میں پہنچنے والے خوش نصیب ہیں جنہیں زندہ کہا جا سکتا ہے اور زمین پر چلنے والے زندہ درگور ہو کر بے بسی کی ہچکیاں لے رہے ہیں۔ عمران چوہدری کو خیال آ گیا یا کسی نے ان کے دل میں یہ خیال ڈال دیا کہ دنیا والے پریشان ہیں اور راہبر کی تلاش میں ہر صدائے جرس پر بے اذاں قافلوں کا انتخاب کر رہے ہیں

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر ایک راہ رو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

''اویس قرنیؓ'' کا نام پاتالِ مغرب میں دراصل ایک اعلان ہے ایک اذان ہے۔۔۔ ایک اظہار ہے اور ایک سراغ زندگی پا جانے کا نظارہ حق طبل صداقت اور نعرہ قلندرانہ:

اے دوست جلد آ کہ تیرے قدر داں ہیں ہم

کہتے ہیں یہ جملہ کسی شاعر کی ناقدری کا نوحہ تھا کہ اس نے کہا تھا:

اے موت جلد آ کہ کوئی قدر داں نہیں

شکووں، شکایتوں، ناامیدیوں، حرص آز، طمع اور لالچ کی دنیا میں بسنے والوں کے سامنے ''اویس قرنی'' کا نام رکھ دینا ایسے ہی ہے جیسے ختم درود نہ ماننے والوں کے سامنے گیارھویں کا حلوہ رکھ دینا ہے۔ لیکن سورج تو سورج ہی ہے جس کا کام روشنی دینا ہے۔ ''اویس قرنیؓ'' حوصلوں اور ہمت مردانہ اور تلاش محبوب کی دنیا میں مہرِ درخشندہ کی حیثیت رکھتا ہے آج ضرورت تھی کہ ہم اویس قرنی کو یاد کرتے اور اپنے جدید نشست گاہوں کے زرق برق ماحول میں برقی قمقمے تھوڑی دیر بجھا کر صحرائے یمن کا تصور کرتے ہوئے اس مردِ حق کی خوبصورت زندگی کی شمع روشن کر کے زندگی کو سمجھنے کی کوشش کرتے اور غور سے دیکھتے کامیاب زندگی کا اصل راز کیا ہے۔

اس وقت دفعتہً میری نظر فرات کے کنارے ایک شخص پر جا پڑی ہے اور میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ مجھے حقیقتاً رقہ میں اویس قرنی کے مزار کے سامنے دریا کا وہ کنارہ دیکھنے کی سعادت ملی بلکہ اشراق کے وقت جب میں وضو کرنے لگا تو مجھے محسوس ہوا دریا کے ایک کنارے بزم علم کا دولھا اور رزم حق کا بطل علی کھڑا ہے اور دوسری جانب ان کا مرید خاص پانی کی چھاگل میں پانی ایم کر کہیں فیض بانٹنے کی تیاری کر رہا ہے۔ میری طرح پوری دنیا کو ایک دفعہ ضرور دیکھنا چاہیئے۔

اویسؓ اور حسنؓ آخر علی ہی کے کیوں بنے تھے
اور آج تک صدق و دولت کی راہ جو بھی چلا ہے ممکن
ہی نہیں اس نے علی کے ہاتھ نہ چومے ہوں، قافلہ صدق کے راہرو!
دجلہ اور فرات کے کنارے محبت کی تاریخ جس نے بھی رقم
کی ہے سوالیہ نشان؟ کے ساتھ تڑپتے حروف کی ایک سوغات اور پھر فرات کے کنارے بیٹھے ہوئے ایک مجذوب محبت کی زیارت

وہ اٹھتا ہوا ایک دھواں اول اول
وہ بجھتی سی چنگاریاں آخر آخر
قیامت کا طوفاں صحرا میں اول
غبارِ رہ کا رواں آخر آخر

اویسؓ کا مشتاق زیارت تابعی انہیں ڈھونڈتے تلاش کرتے فرات کے کنارے جا پہنچا، شمیم روحانیت نے انہیں کھینچ لیا
دیکھا کہ ایک شخص ہے جو نماز ظہر کے لئے لب فرات
وضو کر رہا ہے

رنگ گندم گوں
چہرہ شاداں وفرحاں
جسم فربہ اور بال گھنے
تشخص دبدبہ دار
نگاہیں مہیب لیکن روح میں کھب جانے والی
اداؤں میں مستی
طرز مجذوبانہ
ایسے جیسے آکاش کی بستی میں
کوئی محبت کے سمندر میں تیر رہا ہو
لباس مختصر
لیکن صوف کی چادر اوڑھے
آنے والے نے ''سلام'' دیا جواب میں سنت کی مہک بکھری
لیکن زائر ''ہرم رضی اللہ عنہ'' کہتے ہیں میں نے مصافحہ کرنا
چاہا لیکن مصافحہ کرنے سے اویس نے انکار کر دیا
اور فرمایا
خدا تمہیں زندہ رکھے
ہرم کہتے ہیں میں نے عرض کی
اویس رضی اللہ عنہ اللہ تم پر رحمت فرمائے
تمہارا کیا حال ہے؟
ہرم رضی اللہ عنہ بن حیان کہتے ہیں اویس کی ظاہر حالت دیکھ کر
میرے آنسو نکل آئے
اویس نے مجھے روتا دیکھ کر فرمایا
''ہرم رضی اللہ عنہ بن حیان اللہ تم پر
رحم کرے۔ میرے بھائی تم کیسے
ہو تمہیں میرے بارے میں
کس نے خبر دی میں نے کہا خدا
نے اس پر انہوں نے جواب دیا
لاالہ الا اللہ
سبحان ربنا ان کان وعد ربنا لمفعولا
حین سائی
ہرم کہتے ہیں
میری اور اویس رضی اللہ عنہ کی باہم شناسائی نہ تھی
لیکن آپ نے برجستہ میرا اور میرے والد کا نام
لیا مجھے حیرت ہوئی میں نے پوچھا
میرا اور میرے باپ کا نام آپ کو کس نے
بتایا

آپ فرمانے لگے
علیم وخبیر نے
علیم وخبیر جب تمھارے نفس نے میرے نفس
کے ساتھ باتیں کیں اسی وقت میری روح نے
تمہاری روح کو پہچانا زندہ لوگوں کی
طرح روحوں کی بھی جان ہوتی ہے مومن
آپس میں نہ بھی ملیں وہ پھر بھی
ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں
وہ خدا کے روح ورحمت کے وسیلہ
سے ایک دوسرے سے باتیں
کرتے ہیں

وہ تیری شان تکلم کہ سامعہ حیراں
سبھوں کی تو نے نظر موڑ دی جدھر دیکھا

مجھے نہیں معلوم آپ کیا سمجھے
لیکن میں نے زندگی کا راز پالیا
مومن کی روح مومن سے
باتیں کرتی ہے۔اسے
پہچانتی ہے۔
آج قحط الرجال کے دور میں اصل المیہ
یہ ہے کہ ہم صرف خود کو پہچانتے ہیں
اویس ؓ فرماتے ہیں
خود کو ہی نہ دیکھو بلکہ رب کی
رحمت کے وسیلہ سے ادھر ادھر
بھی دیکھنے کی کوشش کرو اپنوں کی
پہچان ہی کامیابی کا زینہ ہے

ایک دوسرے کے وجود کو کلہاڑوں سے کاٹنے والو! صبح شام ایک دوسرے کی عزت کے ساتھ کھیلنے والو! بدظنی کا مسلک رکھنے والو! اویس تو اویس ؓ ہے اگر اسے مرشد، مربی اور آقائے نعمت گردانتے ہو تو پھر ہر عزت والے کی عزت کرنی ہوگی، فرات کے کنارے درویشی، قلندری، فقیری اور ولایت کا ایک آئینہ اویس قرنی ؓ کی صورت میں نصب کر دیا گیا ہے

وہاں دیکھنے کے بعد تو لگتا ہے
ہماری فقیریاں فرات میں
بہہ گئی ہیں ہمارے پلے کچھ نہیں
بچا

''اویس قرنی ؓ'' اہل فراق کا شبستان وصل اور تشنہ کامان عشق کا آب حیات ہے۔ وہ محبت کا راز پانے والے بھی ہیں اور عشق کے اسرار سر بستہ کھولنے والے ''عرفان کشا'' بھی ہیں۔ان کی ذات میں آرزوئے حسن کے عرشی جلوے معراج پر دکھائی دیتے ہیں۔ان کی لذت حضوری امر بالمعروف کا نیا آہنگ رکھتی ہے۔

ان کی خدمت میں درخواست کی جاتی ہے کہ حضور ﷺ کی کوئی حدیث سنائیں آپ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو پایا اور نہ آپ کے

صحبت کے جلوے مجھے ملے میں نے آپ کو دیکھنے والوں کو دیکھا ہے البتہ تم لوگوں کی طرح مجھے بھی آپ کی حدیثیں پہنچی ہیں لیکن میں یہ دروازہ نہیں کھولنا چاہتا ہوں کہ محدث، قاضی یا مفتی بنوں۔۔۔۔''

''اویس قرنی ؓ'' ایک جمالیاتی، باعمل، خوش اخلاق اور عظیم انسان تھا۔ اس کی زندگی میں بے مقصد ابحاث کی کوئی گنجائش نہیں تھی ہائے میرا دور علمائے کرام کے پاسپورٹوں پر ''شیخ الاسلام'' لکھا ہو، لاٹھیوں کی ہتھیوں پر پیر طریقت کندہ کیا جائے، جامع المعقولات سے لے کر ''رازی وقت'' عطارِ دزمانہ، مریخ دوراں'' زحل زماں کیا کیا ہم بن گئے، ایک صاحب سے پوچھا عبارت تو سیدھی ہے نہیں لیکن آپ ہر جگہ فرماتے ہیں میں نے قاضی پڑھی ہے قینیہ پڑھایا ہے، صدرا یاد ہے اور بدرا یاد کروایا ہے۔ کہنے لگے جھوٹ تو نہیں ٹائٹل پر جو لکھا ہوتا ہے سب پڑھا ہے۔۔۔۔۔ آپ جو پسند آئے نہ آئے مجھے تو اویس قرنی کے الفاظ بہت اچھے لگے ہیں:

لیکن میں دروازہ نہیں کھولنا چاہتا کہ محدث، قاضی یا مفتی کہلواؤں۔۔۔۔۔۔۔''

''اویس قرنی ؓ'' دعا فرمایا کرتے تھے

''اے بارالٰہ! میں سونے والی آنکھ اور نہ بھرنے والے پیٹ سے پناہ مانگتا ہوں۔۔۔۔۔'' (ابن عساکر)

انسان اگر سوچے تو اس کی مدت حیات ایک صبح اور ایک شام سے زیادہ نہیں۔ صبح آنکھ کھلی اور دو پہر یہ وہ اور ادھر ادھر میں گذر گئی اور رات آئی تو آنکھیں پھر بند دانا شخص کبھی غافل سو نہیں سکتا اور جاہل کبھی درد بھری رات پا نہیں سکتا۔

یہی حال ہے ہر دم کھانے پینے میں مست اور وارفتہ رہنے والے کا ایسا ''مجنون عیاشی''، عظمتوں کو کبھی چھو نہیں سکتا۔

اویس قرنی ؓ کی دعا ایک غافل قوم کے لئے تازیانہ ہے اور نشاطِ صبحگاہی کی ایک علامت بھی ہے۔ اویس قرنی ؓ کی راتیں سحر گاہی کا تماشا بھی ہیں اور منزل پا جانے والی قوم کا منشور ریاضت بھی ہیں

اویس قرنی ؓ کی زندگی سے یہ سراغ
ضرور پانا چاہیئے کہ فطرت نے انہیں
جاگنے والی آنکھ کا عطیہ دے رکھا تھا

تذکرۃ الاولیاء میں پڑھا کہ اویس قرنی ؓ گٹھلیاں چن کر بیچتے اور اس کی قیمت سے قوت لایموت حاصل کرتے۔۔۔''

طبقات ابن سعد میں یہ حقیقت روایت کی گئی کہ اویس ایک بوسیدہ اور ٹوٹے ہوئے جھونپڑے میں رہا کرتے تھے اس معاملہ میں ان کا طرز زندگی مرشد و مولا علی ؓ کا تھا بہت سے لوگوں نے علی ؓ کو اس لئے نہ مانا کہ وہ اپنے محلات چھوڑ کر جھونپڑے کی زندگی اختیار نہ کر سکے دنیا اگر علی ؓ اور اویس ؓ کی زندگی اپنا نہیں سکتی تو تلوار لے کر ان کے پیچھے تو نہ پڑ جائے کسی کی غریبی کا مذاق نہیں اڑانا چاہیئے۔

خاکسارانِ جہان را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں خاک سوارے باشد

علی ؓ ہوں یا اویس ؓ مٹی سے بنائے کچے گھروں میں رہتے
اویس ؓ کا مقولہ اگر کر سکتے ہو تو
آب زر سے لکھوا کر تاج محل کی
پیشانی پر آویزاں کر دو۔

''دولت اکٹھی کرنے والا کبھی اپنے اللہ کے قرب کی خوشبو نہیں پا سکتا''

کتنا عظیم انسان تھا اویس قرنی کہ امیر المومنین عمر ؓ نے حسن سلوک کرنا چاہا لیکن اویس ؓ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ننگے بدن اور بھوکے پیٹ سے زندگی گزار دینا انسب جانا۔

آپ اکثر دعا فرماتے:

اے اللہ! اے میرے رب خستہ جگر، بھوکے پیٹ اور ننگے بدن کی
معذرت چاہتا ہوں میں نے کبھی کچھ جمع نہیں کیا (مستدرک)

اویس ؓ کی اس طرز کی زندگی میں ہمیشہ جذباتِ خیر پھولوں کی مانند مہکتے رہے اور آپ ایک ایسی خوبصورت ''کتاب اصول'' چھوڑ گئے جسے پڑھ کر زندگی امن اور سکون کا گہوارہ بنائی جا سکتی ہے۔

حضرت اویسؓ نے حضرت عمرؓ کا حسن سلوک کہ والی کوفہ آپ کے قدموں میں حاضر ہو رہا ہے۔'' قبول کرنے سے انکار ہی نہیں کیا بلکہ آب زر سے لکھے جانے والے الفاظ ارشاد فرمائے:

میں زمرۂ عوام میں رہنا پسند کرتا ہوں

ایک مسلک تصوف یہ ہے کہ ''خاصاں دی گل عاماں اگے'' لیکن اویس کا طرز فکر عوام میں گھل مل کر رہنا، محامد کو چھپا لینا، ناموری سے بھاگنا ہے۔ بڑے خوبصورت لفظ لیکن مشکل پگڈنڈی ہے جس پر اویس قرنی چلتے رہے۔

مستدرک نے ایک طویل قصہ لکھا کہ اویسؓ ایک مرتبہ حلقہ ذکر سے صرف اس لئے غیر حاضر ہوئے کہ اس کے پاس چادر اوڑھنے کے لئے نہیں تھی۔ اسیر بن جابر کہتے ہیں کہ میں نے اپنی چادر دی لیکن آپ نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا:

''میں کسی کی چادر اوڑھ کر ریاکار نہیں بننا چاہتا نہ ہی کسی آدمی سے چادر کے لئے چمٹا رہنا پسند کرتا ہوں۔۔۔۔''

''اویس قرنیؓ'' کبھی ملتے تو میں ان کے قدم چومتا یہاں تو ''دنیا'' میں دین چلتا ہی یہ ہے کہ

دولت دوں کی خاطر چمٹو

رئیسوں کی دہلیز سے

لگے رہو پنجابی میں کہتے ہیں ''دبی رکھو''

''اویس زندہ باد'' قرن کا تاجدار زندہ باد، علوی اداؤں کا امین زندہ باد، فقر غیور کا پاسباں زندہ باد

میں کسی کے ساتھ چادر کے لئے

کیوں چمٹوں۔۔۔۔۔؟؟

ابن عسا کر نے کہا

''کہ آپ کی ایک رات قیام میں گذرتی دوسری رکوع میں اور تیسری سجدہ میں''

زندگی کا منشور ہی جب پائے یار کے نقوش جمیلہ کا کھوج لگانا ہو پھر سجدے سجدوں کے لئے نہیں ہوتے، اور ''رکوع برائے رکوع'' نہیں ہوتے۔ زلف یار کی خوشبو، جستجوئے یار میں بے تاب رکھتی ہے پھر اس نوعیت کے معمولات جذب کی ادائیں ہوتی ہیں اویس کیوں نہ ایسے کرتے وہ تو وارفتہ ادا لوگوں کے امام تھے۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
باتین دولت از گفتار خیزد

اب مسلم شریف کی صدائے رحمت سن لیں۔ جو سرمایہ امیر المومنین عمرؓ تھا:

خیر التابعین قبیلہ مراد کا ایک فرد فرید ہے نام اس کا اویس ہے وہ تمہارے پاس یمن کی امداد میں آئے گا اس کے جسم پر برص کے نشانات ہیں۔ زیادہ مٹ چکے درہم کے برابر باقی ہے۔ اس کی ماں بھی ہے جس کی وہ خدمت کرتا ہے جو وہ اللہ کی قسم کھاتا ہے تو پھر اسے پوری کرتا ہے اگر تم اس کی دعائے مغفرت حاصل کر سکو تو کرنا۔۔۔۔۔۔''

ایک ایسا دور جس میں طیاروں کی پرواز، سیاروں کی گردش اور میزائلوں کی برسات دیکھ دیکھ کر انسان اس قدر خیرہ چشم ہو گیا ہے کہ وہ پہلے تو الہ کو مانتا ہی نہیں مانے تو ''میزان مساوات'' کا وہ شیدائی ہو کر اپنے جیسا کسی کو سمجھتا ہی نہیں اور پھر دعویٰ کرتا ہے مجھے کسی وسیلہ کی ضرورت نہیں میں بلا واسطہ ہی خدا تک پہنچ جاؤں گا۔

اویس کتنے معنی رسا شخص تھے

جن سے ملنے عمر تشریف لائے اور

علی جوان کے مرشدِ محبت تھے

وہ بھی جلوہ افروز ہوئے اور

حضورؐ نے بھی

فرمایا

''اگر تم اس کی دعائے مغفرت

حاصل کرسکو تو کرنا۔۔۔"

واہ سبحان اللہ

ایک مرتبہ مکہ شریف میں مالکی صاحب کی خدمت میں حاضری ہوئی اور حضرت اویس قرنیؓ کا ذکر چھڑ گیا کسی شخص نے کہا کہ امام مالک تو ان کے وجود سے انکار کرتے تھے نبھانی اور ابن عدی وغیرہ نے یہ باتیں نقل کی ہیں بڑی خوبصورت بات مالکی صاحب نے فرمائی:

امام مالک ہمارے امام ہیں
ممکن ہے ان کی سوچ یہ ہو
اویسؓ نے اللہ کی محبت میں
اپنے آپ کو ایسا گم کیا جیسے
ان کا وجود ہی نہ رہا ہو۔۔۔۔"

حضرت اویس قرنیؓ کا ایک روحانی مراسلہ ملاحظہ ہو:

میں ایک ضعیف اور کمزور انسان
ہوں آپ میرے پیچھے پیچھے کیوں
چلتے ہیں۔ میری کچھ ضروریات بھی
ہوتی ہیں۔ اللہ تم پر رحم کرے اگر
کسی کو مجھ سے کوئی کام ہو تو وہ
مجھے عشاء کی نماز کے بعد مل لیا کرے
اس مجلس میں تین قسم کے
لوگ آتے ہیں
دانا مومن
بے سمجھ مومن
اور منافق
ان تینوں کی مثال ایک درخت
اور بارش کی ہے اگر شاداب درختوں
پر پانی برسے تو ان کا حسن نکھر جاتا ہے
اور اگر پھل درختوں پر بارش برسے
تو وہ پھل دینے لگ جاتے ہیں
اور اگر خشک گھاس پر پانی برسے
تو وہ اسے توڑ دیتا ہے

آج بھی مومنین اور فاسقین اویس قرنیؓ کے اس قول کا مصداق بنے ہوئے ہیں میں صرف اتنا کہوں گا تمھارا اویس تم سے یہ کہتا ہے کہ

پھل دینے والا درخت بنو
بے پھل اور بے رونق ہونا
تمھارا منشور حیات
نہیں۔

فقیرانہ شذرات کا آخری جرعہ محبت

اویسؓ کے فقر کی جب شہرت ہونے لگی
تو آپ روپوش ہو گئے۔ آپ کی تمنا تھی کہ آپ کو شہادت کا رتبہ ملے اور آپ کی یہ تمنا پوری ہوئی اور آپ اللہ اللہ کرتے ہوئے تشیع نہیں بلکہ

صدق کی راہوں میں علی علی علی رضی اللہ عنہ کرتے علی رضی اللہ عنہ حمایت علی رضی اللہ عنہ ہی کو حق جانتے مانتے علی رضی اللہ عنہ کی صفوں میں شہادت کے رتبے سے ہمکنار ہو گئے۔ جسم پر چالیس زخم پائے۔

اویس رضی اللہ عنہ کے جسم کا ہر زخم

تمہیں اللہ سے مصطفےٰ سے عمر سے بھی

اور علی رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ سے علی رضی اللہ عنہ سے وفا کا درس دیتا ہے

علی رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے غدار مت بنو۔ رب راکھا۔

❀ ❀ ❀

وہ جدھر گذرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

حضرت مفسر قرآن سید ریاض حسین شاہ دامت برکاتہم القدسیہ

کا دورۂ امریکہ

رپورٹ: ڈاکٹر ظفر اقبال نوری

ربیع الاول کا چاند طلوع ہوتے ہی بلادِ عالم تذ کار رسول ﷺ کی ٹھنڈی میٹھی روشنیوں اور خوشبوؤں میں ڈوب کر چمکنے اور مہکنے لگتے ہیں۔ بستی بستی، قریہ قریہ، نگر نگر اور شہر شہر میں جشن عید میلاد النبی ﷺ کے جلسے، جلوس، کانفرنسیں، سیمینارز اور محافل نعت عاشقان رسول کے قلوب میں عشق نبی ﷺ کے چراغوں کی لو تیز تر کرنے لگتے ہیں۔ اسلامی ممالک میں تو جشن میلاد رسول ﷺ کی بہاریں اپنے جوبن پر ہوتی ہی ہیں دیار مغرب میں بسنے والے مسلمان بھی اپنے آقا و مولا سرور کائنات، فخر موجودات، پیغمبر امن و رحمت حضور محسن انسانیت نبی کریم ﷺ کے ذکر محبت سے غافل نہیں ہوتے، بلکہ جب سے ڈنمارک کے انسانیت کش کارٹونسٹوں نے اپنے خبث باطن کا اظہار کیا ہے پورے یورپ اور امریکہ میں عید میلاد النبی ﷺ کی تقریبات کی رونقوں میں کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے۔ مجھے تو یوں لگتا ہے کہ مغربی ممالک میں رہنے والے ہر اہل محبت مسلمان نے بقول منیر نیازی مرحوم اب اپنا مشن بنالیا ہے کہ

فروغ اسمِ محمد ہو بستیوں میں منیؔر
قدیم یاد نئے مسکنوں سے پیدا ہو

عید میلاد النبی ﷺ کی تقاریب جدید بستیوں میں فروغِ اسمِ محمد ﷺ کے ذریعے اسلام کے پیغامِ امن و رحمت کو عام کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ میں بھی جشن میلاد النبی ﷺ ہر سال انتہائی عقیدت و احترام اور جوش و جذبہ سے منایا جاتا ہے۔ اس سال اس جشن عقیدت کا سماں اور بھی پر کیف ہو گیا تھا کہ کئی سالوں کے انتظار کے بعد مفکر اسلام مفسر قرآن حضرت علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ دامت برکاتہم القدسیہ تقریبات میلاد سے خطاب کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ حضرت قبلہ شاہ صاحب نے راقم الحروف بندہ ناچیز کی بار بار کی درخواستوں کو قبول فرماتے ہوئے کرم فرمایا تھا۔ بیس روزہ دورے کا پروگرام طے ہوا تھا۔ جس کا آغاز 21۔ مارچ 2008 کو نیو یارک سے ہوا، ورجینیا سے خاکسار کے ہمراہ کوثر جاوید اور سید قارب شاہ نیو یارک پہنچے جہاں انجمن غوثیہ نیو یارک کے احباب نے جے ایف کے ائر پورٹ پر حضرت قبلہ شاہ جی کا استقبال کیا۔ وہاں سے یہ قافلہ محبت ہری پور ہزارہ کے ایک گرم جوش صاحب عقیدت لالہ عبدالقیوم کی رہائش گاہ پہنچا۔ عبدالقیوم صاحب جماعت اہل سنت کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری جنرل حافظ محمد زبیر کے بڑے بھائی ہیں۔ محبت و عقیدت اور مہمان نوازی میں ان سے بھی آگے ہیں کیونکہ آخر کو ان کے بڑے بھائی ہیں۔ نیو یارک میں حضرت قبلہ شاہ جی کی میزبانی کا شرف انہی کے حصے میں آیا۔ ورجینیا کا مختصر سا قافلہ اجازت لے کر واپس آ گیا اور لالہ عبدالقیوم جمعۃ المبارک اور ہفتہ کی تقریبات میں حضرت شاہ صاحب کے ساتھ ساتھ خدمات سرانجام دیتے رہے۔ خطبہ جمعہ حضرت مفسر قرآن نے نیو یارک میں اہل سنت کی سب سے قدیم اور بڑی جامع مسجد مکی مسجد میں ارشاد فرمایا اور رات کو بروکلین نیو یارک ہی میں طیبہ اسلامک سنٹر کے سالانہ جلسہ میلاد النبی ﷺ میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی۔ خطاب کے بعد آپ اپنے ایک سنگی عامر کے ہمراہ اٹلانٹک سٹی تشریف لے گئے۔ اگلے روز فقیر بھی کوثر جاوید کے ہمراہ وہیں حاضر ہو گیا۔ عامر بھی بڑے سعادت مند نوجوان ہیں، ان کے بھائی اور دوسرے نوجوانوں نے بھی حضرت شاہ صاحب سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ جماعت اہل سنت امریکہ کے رہنما علامہ مقصود احمد قادری بھی وہیں پہنچ گئے۔ رات کو مسلم فیڈریشن آف نیوجرسی کے سالانہ جلسہ عید میلاد النبی ﷺ میں شرکت کرنا تھی۔ علامہ قادری صاحب کے ہمراہ روانہ ہوئے، عصر اور مغرب کی نمازیں ان کی مسجد میں ادا کیں۔ ان کی مسجد انتظامیہ کے عہدیداروں کے ساتھ چائے پی کر قاری سیف النبی کی مسجد کے لئے روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچے تو ہال سامعین سے بھرا ہوا تھا۔ قاری غلام رسول خطاب کر رہے تھے۔ حاضرین نے کھڑے ہو کر حضرت مفسر قرآن قبلہ شاہ جی کا استقبال کیا۔ مسلم فیڈریشن کے صدر ڈاکٹر ارشد چٹھہ نے شاہ صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ یہاں پر قبلہ شاہ جی کے پچاس منٹ کے خطاب میں تمام حاضرین ایک خاص کیف و سرور میں ڈوبے رہے۔ آنکھوں سے مسلسل اشک بہتے رہے۔ درد و سوز اور عشق رسول ﷺ کی وجد آفریں کیفیت کچھ ایسی تھی کہ لوگ نعرہ تک لگانا بھولے رہے۔ جب خطاب ختم ہوا تو ایسے لگا جیسے وقت کے رُکے ہوئے لمحوں نے پھر نئے سرے سے سفر شروع کر دیا ہو۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ تہذیبِ انسانی کے عروج اور سائنسی و تکنیکی ترقی کے اس پوسٹ ماڈرن دور میں بھی حضور رحمت عالم ﷺ کی تعلیمات ہی اخلاق، تہذیب اور انسانی اقدار کے تحفظ کی ضامن ہیں۔ مشرق و مغرب کے مفکرین کے تصور انسانیت سے پیغمبر اسلام ﷺ کا پیش کردہ نظریہ انسانیت کہیں برتر و اعلیٰ ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ مادی مفادات اور قومی تحفظات کے زیر اثر ترتیب پانے والی پالیسیوں کے تحت لوگ کمزور اقوام کی مدد بھی کرتے ہیں۔ انسانی حقوق کا چرچا بھی کرتے ہیں لیکن اپنے مخالف یا اتفاق نہ کرنے والے کو انسان ماننے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے۔ ضرورت ہے کہ لوگوں کو بتایا جائے کہ پیغمبر اسلام وہ محسن انسانیت ہیں جن کے اخلاق عالیہ نے اپنی جان کے دشمنوں کو بھی محروم نہیں رکھا۔ مکہ مکرمہ میں جب قحط پڑا اور انہوں نے مدینہ منورہ میں وفد بھیج کر مدد کی درخواست کی، تو آپ نے انہیں

محروم نہ فرمایا بلکہ اپنے کرم سے ان کی جھولیاں بھر دیں۔ دشمنوں کے ساتھ یہ حسن سلوک تاریخ انسانی میں صرف آپ ہی کی ذات پیش کرتی ہے۔ جلسہ کے بعد اپنے سلسلہ کے ایک اور ساتھی مظہر چیمہ کے گھر قیام کیا۔ اتوار کی صبح انجمن غوثیہ بروکلین نیویارک کے جلوس میلا دالنبی ﷺ میں شرکت کی۔ جس میں حضرت ڈاکٹر پیر فضیل عیاض قاسمی موہڑہ شریف، خطیب پاکستان علامہ سید شبیر حسین شاہ حافظ آبادی اور حضرت مولانا غلام رسول آف چکسواری بھی مہمان خصوصی تھے۔ جلوس کے اختتام پر ڈاکٹر پیر فضیل عیاض قاسمی نے ذکر کروایا۔ اور حضرت شاہ جی نے دعا کرائی۔ رات کو مکی مسجد میں انجمن غوثیہ کے اٹھارویں سالانہ جلسہ میلا دالنبی ﷺ میں آپ مہمان خصوصی تھے۔ انجمن کے صدر حافظ سید صفدر شاہ قاسمی اور مکی مسجد کے خطیب اور حکومت آزاد کشمیر کے مشیر حافظ محمد صابر نے آپ کا استقبال کیا۔ اس جلسہ کی صدارت پیر صاحب موہڑہ شریف ڈاکٹر فضیل عیاض قاسمی نے فرمائی، جبکہ حضرت پیر سلطان ریاض الحسن قادری، مولانا غلام رسول آف برطانیہ، حضرت پیر سید شبیر حسین شاہ حافظ آبادی، اور مکی مسجد کے خطیب حافظ محمد صابر نے بھی خطاب کیا۔ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک، الحاج نور محمد جرال اور محمد اصغر چشتی نے ہدیہ نعت پیش کیا۔ اپنے خطاب میں حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ حضور سرکار دو عالم ﷺ ذات وصفات کبریا کے مظہراتم ہیں۔ توحید باری کی سب سے کامل دلیل اور برہان ذات مصطفیٰ کریم ﷺ ہی ہیں۔ ایک گھنٹے سے زیادہ کے اس پر جوش خطاب میں حاضرین بار بار نعرہ ہائے تکبیر و رسالت بلند کرتے رہے۔ جلسہ کے بعد حضرت شاہ صاحب نے مسلم فیڈریشن آف نیوجرسی کے قائدین ڈاکٹر ارشد چٹھہ، انور خاں اور قاری سیف النبی کے ہاں عشائیے میں شرکت کی اور پھر وہاں سے ورجینیا کے لئے روانہ ہو گئے۔ پیر کے روز فجر کی نماز پر آپ فقیر کے غریب خانے پر تشریف فرما ہوئے۔ رات کو جناب انیس احمد کے گھر پر سالانہ محفل میلاد اور زیارت موئے مبارک کی بابرکت تقریب میں ایمان افروز خطاب فرمایا۔ اگلے روز اسلامک فاؤنڈیشن آف نارتھ امریکہ کے زیر اہتمام مسجد المدینہ کے لئے خریدے گئے مکان میں نماز عصر پڑھائی اور مسجد کے لئے دعا فرمائی۔ اس موقعہ پر فاؤنڈیشن کی انتظامیہ کے تمام افراد موجود تھے۔ رات کا کھانا حضرت شاہ صاحب کے دیرینہ عقیدت مند سید منور شاہ کے گھر پر کھایا۔ بدھ کی دوپہر پاکستانی امریکن بزنس مین ایسوسی ایشن کے چیئرمین محمد صدیق شیخ نے ایک مقامی ریسٹورنٹ میں حضرت مفکر اسلام قبلہ شاہ صاحب کے اعزاز میں ظہرانہ دیا، جس میں ورجینیا کی ممتاز سماجی وسیاسی شخصیات نے شرکت کی۔ محمد صدیق شیخ نے اپنی اور تنظیم کے بورڈ آف گورنرز کی طرف سے حضرت مفسر قرآن کی خدمت میں استقبالیہ کلمات پیش کیئے۔ راقم کی تلاوت اور کوثر جاوید کی نعت کے بعد حضرت قبلہ شاہ جی نے انتہائی فکر انگیز گفتگو فرمائی۔ جس کے بعد ورجینیا کے سماجی سیاسی اور شعبہ تجارت سے وابستہ رہنماؤں کا تاثر یہ تھا کہ اس طرح کی گفتگو کسی دینی رہنما سے انہوں نے پہلی مرتبہ سنی ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ آپ لوگ قابل قدر ہیں جو وطن سے دور بیٹھ کر وطن سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ بیرون ملک پاکستانیوں نے زلزلہ کے موقع پر جو خدمات سرانجام دیں وہ لائق تحسین ہیں، تاہم یہاں پر آپ اسلام اور پاکستان کے سفیر ہیں۔ آپ کو اپنے طرز عمل سے امریکہ میں اسلام اور پاکستان کے ہمدرد اور بہی خواہ پیدا کرنے چاہئیں۔ حضرت مفسر قرآن نے فرمایا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ تبلیغ دین صرف علماء ومشائخ کا ہی کام ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ علماء ومشائخ تو دین کی حفاظت کرتے ہیں اور عام لوگوں تک عام مسلمان ہی دین پہنچاتے ہیں۔ مشرق بعید کے ممالک انڈونیشیا ملائشیا وغیرہ میں دین کی اشاعت کا کام تجارت کے لئے جانے والے عام مسلمانوں ہی نے ادا کیا، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ان کی سرپرستی ورہنمائی حضرت بہاؤالدین ذکریا سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی اور باقاعدہ منصوبہ بندی سے اپنے مریدوں اور شاگردوں کو کاروبار تجارت اور تبلیغ دین کے لئے وہاں بھیجا۔ آج بھی ضرورت ہے کہ علماء ومشائخ دیار مغرب میں دین کی تحفیظ اور تدریس کا فریضہ نبھائیں اور ان کی رہنمائی میں تاجر اور عام مسلمان عام غیر مسلموں تک اپنا پیغام پہنچائیں۔

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ امریکہ میں بسنے والے مسلمانوں کو یہاں کے مسائل سے بے نیاز نہیں رہنا چاہئے۔ یہاں کے سیاسی، سماجی معاملات ومسائل میں بھر پور کردار ادا کر کے وہ اپنے وطن اور دین کی بہتر خدمت کر سکتے ہیں۔ دینی زندگی کا مطلب دنیوی زندگی کو برباد کرنا نہیں ہوتا اور دنیاوی کامیابی کا مقصد دینی معمولات کا ترک کرنا نہیں ہے۔ آپ مادی ترقی کے لئے بھی بھرپور تگ ودو کریں مگر اپنی روح کے تقاضوں کو بھی فراموش نہ کریں۔ آپ کے شعور کی تہہ میں یہ احساس جاگزیں رہنا چاہیئے کہ آپ بڑے سے بڑے بن کر بھی ایک برتر و بالا ہستی کے زیر فرمان ہیں اور اس خالق ومالک عزوجل کی خوشنودی پانے کے لئے اس کے محبوب رسول ﷺ کی محبت واطاعت ناگزیر ہے۔ تقریب کے آخر میں شرکاء کا حضرت شاہ صاحب سے تعارف کرایا گیا۔ حاضرین نے شاہ صاحب کی گفتگو کو سراہا اور آپ کا شکریہ ادا کیا۔

اسی روز بعد نماز مغرب راجہ علامہ جابر کی رہائش گاہ پر درس حدیث تھا۔ راجہ صاحب کا تعلق راولپنڈی سے ہے، اس لئے ان کے گھر پر پنڈی اسلام آباد کے دوستوں کی کثیر تعداد موجود تھی۔ ان میں سے کئی ایک تو وہ تھے جنہوں نے 1988ء کے انتخابات میں حضرت شاہ جی کی انتخابی مہم میں حصہ بھی لے رکھا تھا۔ اس محفل میں قبلہ شاہ جی نے حاضرین کو اپنے گھر والوں، رشتہ داروں، بچوں اور عورتوں کا خیال رکھنے کی

تلقین فرمائی۔ جمعرات کی شام کوثر جاوید کی رہائش گاہ پر محفل ذکر میں شرکت فرمائی۔ اگلے روز لی سینٹر میں نماز جمعہ کے بڑے اجتماع سے خطاب فرمایا۔ جمعہ کے اجتماع کے لئے خصوصی انتظام کیئے گئے تھے۔ جناب شیخ صدیق نے پھولوں کے بڑے بڑے گلدستوں اور خوشبو کے چھڑکاؤ کا بندوبست کر رکھا تھا۔ حضرت شاہ صاحب کے خطبے کے دوران حاضرین زاروقطار روتے رہے، نعرہ ہائے تکبیر ورسالت بلند کرتے رہے۔ جمعہ کے بعد بہت سارے افراد نے گھر حاضر ہو کر حضرت شاہ صاحب کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ رات کو بعد نماز عشاء ہالیڈے ان سپرنگ فیلڈ ورجینیا سہیل شیخ صاحب کی طرف سے اپنے بچے کے عقیقے کی خوشی میں محفل میلاد کا انعقاد کیا گیا، جس میں قبلہ شاہ جی نے ایمان افروز اور فکر انگیز خطاب فرمایا۔

ہفتہ انتیس مارچ کو نارتھ امریکن اسلامک فاؤنڈیشن کی طرف سے انٹرنیشنل میلاد کانفرنس کا انعقاد کیا گیا تھا۔ جس میں شام کے معروف روحانی پیشوا الشیخ محمد یحیٰ نینوی، امریکہ کے مقامی روحانی رہنما الشیخ نور الدین درکی، الشیخ عبدالرشید نقشبندی، مولانا وفاء المصطفیٰ (بھارت) بھی مدعو تھے۔ الحاج نور محمد جرال اور الحاج اصغر سلطانی (مدینہ منورہ) نے نذرانہ نعت پیش کیا۔ حضرت مفسر قرآن سید ریاض حسین شاہ نے محبت رسول ﷺ کی ضرورت واہمیت پر وجد انگیز خطاب فرمایا۔ کانفرنس کے بعد ورجینیا کی ممتاز شخصیت چوہدری محمد اکرام چٹھہ کی رہائش گاہ پر عشائیے میں شرکت فرمائی۔ وہاں پر بھی قبلہ شاہ جی نے میلاد مصطفیٰ کریم ﷺ کے حوالے سے خوبصورت گفتگو فرمائی۔

اتوار تیس مارچ کو اسلامک فاؤنڈیشن آف نارتھ امریکہ کا پندرھواں سالانہ جلسہ میلاد النبی ﷺ تھا۔ اس میں بھی آپ کا کلیدی خطاب تھا۔ یہاں پہ آپ نے محبت رسول ﷺ، عظمت رسول ﷺ اور اصلاح معاشرہ کے حوالے سے ولولہ انگیز خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہاں بھی پورے خطاب میں حاضرین کو وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا۔ سوا گھنٹے کے اس خطاب میں حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ یوں تو سارے کا سارا قرآن ہی نعت مصطفیٰ ﷺ کا بیانِ ذی شان ہے مگر سورہ الکوثر ایسا آئینہ ہے جس میں سے عظمت وشان مصطفیٰ ﷺ کے ایسے ایسے جلوے منعکس ہوتے ہیں کہ فکر انسانی کے لئے احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم، صاحبِ کوثر ﷺ کو ہر خوبی وکمال کی کثرت عطا فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ دینے کے لئے قرآن کریم ''اتیا'' اور ''عطا'' دونوں لفظ استعمال کرتا ہے مگر لفظ عطا کا حسن یہ ہے کہ اس میں دینے والا صرف دیتا ہی نہیں بلکہ مالک ومختار بنا دیتا ہے۔ ایک اور معانی بیان کرتے ہوئے حضور مفسر قرآن نے فرمایا کہ عطا تھوڑا اور قلیل دینے کے لئے استعمال ہوتا ہے جبکہ کوثر میں کثرت کا مفہوم پایا جاتا ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ عطا قلیل بھی ہو اور کثیر بھی ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ خوبیاں اور انعام کو لاتعداد اور کثیر ہیں مگر انہیں عطائے قلیل اس لئے کہا گیا ہے کہ رب کریم جانتا ہے کہ اس نے اپنے محبوب کو جو مرتبہ ومقام عطا فرما رکھا ہے اس کے سامنے یہ خیر کثیر بھی قلیل ہی قلیل ہے۔ حضرت مفسر قرآن نے سورہ الکوثر کا ربط سابقہ سورہ الماعون اور اس سے ماقبل 26 سورتوں سے بیان کیا اور بتایا کہ اگر تین، چھ، اور بارہ کر کے پیچھے جائیں تو یہ سب سورتیں رسول اکرم ﷺ کی تین تین، چھ چھ اور بارہ بارہ صفات بیان کرتی ہیں۔ سورہ الماعون کی روشنی میں یتامٰی سے زیادتی، مساکین کو کھلانے سے گریز، نمازوں میں غفلت اور ریاکاری ایسے عیوب ہیں جو تکذیب دین کے مترادف ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہیئے کہ یتیموں سے نرمی کر کے، مساکین کو کھانا کھلا کر، نمازوں میں خشوع وخضوع اور زندگی میں اخلاص اختیار کر کے اپنے دین کی تصدیق کرنا چاہیئے۔ جلسہ اگرچہ رات گئے اختتام پذیر ہوا مگر پھر بھی جلسے کے بعد بہت سے لوگ گھر پر شاہ صاحب کی زیارت کے لئے پہنچ گئے اور تادیر اکتساب فیض کرتے رہے۔

پیر اکتیس مارچ کو فقیر کے غریب خانے پر ہفتہ وار محفل ذکر تھی۔ اس مرتبہ ہماری کٹیا کی قسمت بھی چمک اٹھی تھی۔ حضرت شاہ جی کے محبت نور میں ذکر کا کیف وسرور ہی کچھ اور تھا۔ گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کی محفل ذکر کے بعد جب شاہ صاحب نے دعا شروع کی تو ایسے لگ رہا تھا کہ محفل جیسے زمین پر نہیں کہیں آسمان پر ہو رہی ہے۔ ایک عجب قسم کا نور پوری محفل پہ چھایا ہوا تھا۔ آہوں اور سسکیوں کا شور کم ہوا تو ہر ایک نے محسوس کیا کہ ایک عجیب نور وسرور نے ساری محفل کو ڈھانپ رکھا ہے۔ دعا کے بعد ڈاکٹر اورنگ زیب اور ساجد سلسلہ بیعت میں داخل ہوئے۔ ازاں بعد کوثر جاوید کے بھائی طارق نے یہ شرف حاصل کیا۔ اس عاجز کے چھوٹے بھائی حافظ محمد عمران اور وہ قریبی احباب فیصل اور واصف صاحب بھی بیعت کرتے ہوئے جذب شوق کی منزلوں کے حسین سفر کے راہی بنے۔ محفل کے بعد عشاء کی نماز پڑھی گئی۔ طعام ماحضر پیش کیا گیا۔ اس کے بعد بھی نصف شب کے بعد تک لوگ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر رہے۔

یکم اپریل کو رانا محمد ارشد کے گھر محفل ہوئی۔ دو اپریل کو لائبریری آف کانگرس کا مطالعاتی دورہ تھا مگر نہ جا سکے۔ حضرت شاہ صاحب کے ساتھ تھوڑی دیر کے لئے دریائے پوٹامک کے کنارے ہوا خوری کے لئے گئے۔ وہاں پر مدینہ منورہ سے آئے ہوئے ہمارے مہمان جناب اصغر سلطانی نے اپنی پرسوز آواز میں نعت پڑھ کر ایک سماں باندھ دیا۔

جمعرات تین اپریل کو تنویر بٹ صاحب کی رہائش گاہ پر محفل میلاد اور محفل ذکر کا انعقاد ہوا۔

جمعۃ المبارک 4 اپریل کو بھی خطبہ جمعہ لی سینٹر میں ارشاد فرمانا تھا۔ شہر میں ہفتہ بھر کی مصروفیات نے لوگوں کو شاہ جی کا دیوانہ بنا دیا تھا۔ اس لئے جمعہ کی نماز میں آپ کی تشریف آوری سے قبل ہی لوگ آ چکے تھے۔ آج بھی خطبہ جمعہ سے لوگ بے حد محظوظ ہوئے۔ شام کو داتا علی ہجویری اسلامک سنٹر کے سالانہ جلسہ میلاد النبی ﷺ میں حضرت شاہ صاحب نے وجد آفریں خطاب فرمایا۔ ہر ہر جملہ اور ہر ہر لفظ ادب اور فصاحت و بلاغت کا شاہکار تھا۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے یہ محفل حرم داتا کے جوار میں ہو رہی ہو۔ اس روحانی اجتماع کے بعد خیابان سر سید راولپنڈی سے تعلق رکھنے والے ہمارے ایک اہم دوست حاجی اقبال مغل نے اپنے گھر پہ محفل میلاد کا اہتمام کر رکھا تھا۔ وہاں بھی راولپنڈی کے کئی ایک دوستوں نے شرکت کی۔ محفل کے بعد رات گئے ہم گھر واپس ہوئے۔

ہفتہ 5۔ اپریل کو ریاست میری لینڈ کے شہر بالٹی مور میں حافظ حبیب اللہ نے سالانہ جلسہ میلاد النبی کا اہتمام کر رکھا تھا۔ وہاں پر ایک عرب شیخ معتصم عطیہ نے انگلش میں میلاد رسول بیان کر کے لوگوں کے دل موہ لئے۔ حضرت شاہ صاحب کا خطاب سننے کے لئے میری لینڈ کے علاوہ واشنگٹن اور ورجینیا سے بھی بہت سارے لوگ پہنچے ہوئے تھے۔ قبلہ شاہ جی کے خطاب کے دوران فضائیں سیدی مرشدی یا نبی یا نبی کی صداؤں سے گونجتی رہیں۔ جلسے کے بعد حافظ حبیب اللہ صاحب کے گھر پر کھانا تناول کیا اور رات گئے گھر لوٹے۔

اتوار 6۔ اپریل ورجینیا میں حضرت کے قیام کا آخری جلسہ تھا۔ رات کو ہالیڈے ان ہوٹل الیگزینڈر ورجینیا میں گلوبل پیس مشن کی طرف سے جشن میلاد محسن انسانیت کے عنوان سے جلسہ تھا چونکہ دو ہفتوں سے مسلسل جلسے ہو رہے تھے اس لئے ہمارے دوست پریشان تھے کہ کہیں حاضری کم نہ ہو جائے، مگر شاہ جی نے میری پریشانی دیکھتے ہوئے فرمایا غم نہ کرو اللہ تعالیٰ بندے بھیجے گا اور پھر ایسا ہی ہوا جیسے ہی ہم ہال میں پہنچے، دیکھتے ہی دیکھتے دونوں ہال کھچا کھچ بھر گئے اور سابقہ تمام جلسوں کے ریکارڈ ٹوٹ گئے۔ اس جلسہ میں فقیر نے گلوبل پیس مشن کا پروگرام پیش کیا اور نو مسلموں میں ایک ہزار قرآن حکیم تقسیم کرنے کا اعلان کیا۔ حضرت شاہ جی سے درخواست کی کہ وہ آئندہ سال گلوبل پیس مشن کی طرف سے کیپیٹل ہل واشنگٹن میں جشن میلاد محسن انسانیت میں تشریف لائیں۔

جلسہ کے بعد پھر حسب سابق بہت سے لوگ فقیر کے گھر حضرت شاہ جی کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور رات بھر جاگتے رہے۔

پیر سات اپریل کو حضرت شاہ جی کی ورجینیا سے واپسی تھی۔ عجب منظر تھا جو لوگ رات کو گئے تھے فجر کی نماز پر پھر حاضر تھے۔ نماز کے بعد جو گئے تھے ناشتے کے بعد پھر حاضر تھے اور حضرت شاہ صاحب کی روانگی کے وقت آنسوؤں کے ساتھ آپ کو الوداع کہہ رہے تھے۔ فقیر اور بشارت چوہدری حضرت شاہ جی کے ہمراہ نیویارک روانہ ہوئے۔ وہاں مکی مسجد میں آپ نے پیر کو بعد نماز مغرب درس قرآن دیا۔ رات لالہ عبدالقیوم کے گھر قیام فرمایا۔ منگل 8۔ اپریل کو دوپہر جماعت اہل سنت امریکہ کی طرف سے قاری عثمان صدیقی کی مسجد میں حضرت شاہ جی کے اعزاز میں الوداعی ظہرانہ دیا گیا۔ جس میں قاری فضل رسول چشتی، علامہ مقصود قادری، قاری ظہور احمد چشتی، سید آصف رضا قادری، حافظ فیض رضا اور قاری عثمان صدیقی نے شرکت کی۔ اسی شام کو شاہ صاحب کی جے ایف کے سے انگلینڈ کے لئے فلائٹ تھی۔ علی نوید صاحب انگلینڈ سے ساتھ آئے تھے اور اب ساتھ ہی واپس جا رہے تھے۔ میری آنکھوں کے ساتھ دل بھی رو رہا تھا اور بار بار یہ خیال آ رہا تھا:

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
حن گل سیر نہ دیدم کہ بہار آخر شد

واپسی پر بشارت چوہدری میرے ساتھ تھے اور ہم اداس نگاہوں اور بوجھل دلوں کے ساتھ واپس آ رہے تھے۔ میں انہیں کہہ رہا تھا ایسے لگ رہا تھا جیسے یہ گذرنے والے دو ہفتے ماہ رمضان کے ہفتے تھے۔ ہر روز نماز فجر کے بعد محفل ذکر شاہ جی کے ساتھ اور پھر دعائیں۔ با جماعت نمازیں، لوگوں کا ہجوم، ہر شخص کا چند لمحوں کے لئے شاہ جی کو اپنے گھر لے جانے کا اصرار اور پھر بہت سے دوستوں کا سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر روحانی منزلوں کی طرف عازم سفر ہونا۔ ایسے محسوس ہوتا جیسے ورجینیا پر اللہ تعالیٰ کے خاص انوار کی برکھا برس رہی ہے۔ دلوں کی دنیا بدل رہی ہے۔ شاہ جی کے دورے نے ورجینیا کے مسلمانوں کے قلوب پر انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ ان کی خدمت میں، ان کی معیت میں گزرے ہوئے لمحوں میں بکھرتی روشنیوں اور لوگوں کی سنورتی حالتوں کو دیکھ کر ان کے سارے دورے کو ان دو مصرعوں میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

ان کا سایا اک تجلی ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گذرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

❀❀❀

یادیں بھی اور باتیں بھی

مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں

حافظ شیخ محمد قاسم

ماحول انسان کو اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے۔''ڈرائیونگ'' کا چرخہ چلانے والا شخص ڈرائیونگ ہی کی بات کرسکتا ہے اور یہ بھی کہ گاڑی چلانا ضرورت ہے اور شوق بھی، اس کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں، وہ لوگ جنہیں اس جان توڑ دنیا میں رہنے کا عشق لگ جائے وہ ضرور محفل باز بن جاتے ہیں۔ ان کی سوچیں، ذائقے اور تمیزات سب کا رنگ جدا جدا ہوتا ہے۔ ڈرائیور تقریباً سب کے سب بسیار گو ہوتے ہیں۔ جو کان میں پڑا وہ ان کا آویزہ بن گیا۔ کم از کم اپنے کلینرز سے ان کی بم چخ ہوتی رہتی ہے۔ ویسے تو ہم گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھ کر بیٹھتے ہیں بلکہ گاہے گاہے درود و سلام عرض کر لینے کی توفیق بھی ہوجاتی ہے، لیکن شاہ جی کا ''شوفر'' ہونا امتحان سے کم نہیں۔

گاڑی چلانا اور پھر خاموشی سے گاڑی ہانکنا صرف اور صرف سامنے دیکھنا، شہر میں آہستہ اور کھلی شاہراہ پر تیز دوڑنا، فون سننا اور شاہ جی کا سیکرٹری ہونے کا پورا دفتر سنبھالنا اور پھر شاہ جی سو جائیں تو احتیاط، اٹھ بیٹھیں تو احتیاط، بولیں تو پھر احتیاط، کچھ نہ بولیں تو پھر احتیاط اور پھر احتیاط میں بھی احتیاط، سچی بات یہ ہے کہ شاہ جی صرف بادشاہ ہوتے تو بھی اور اگر صرف فقیر ہوتے تو پھر بھی بڑی مشکل سی ہوتی، لیکن اللہ نے ان کے وجود میں دلنوازی کا ایسا شہد رکھا ہے، نہ ان کا غصہ افسردگی پیدا کرے اور نہ محبت آشفتہ سر بنائے۔ شاہ جی کے پاس لمبی رسیاں ہیں جن میں جسے چاہیں جکڑ لیں، ہم محبت کے قیدی ہیں اور شاہ جی شاہد زندہ دلاں۔ اس لئے نوازشوں میں امتحان اور امتحانوں میں عنایات کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

میں گھر میں بیٹھا اپنے بیٹے ''حسن ریاض'' سے اٹھکیلیاں کر رہا تھا کہ شاہ جی کا فون آ گیا۔

قاسم ہے؟

''جی شاہ جی میں بول رہا ہوں''

''قاسم فوراً پہنچو''

''شاہ جی میں تو لاہور ہوں اس وقت'' میں نے عرض کی

شاہ جی: میں نے کہا ہے بس چلے آؤ۔

چار گھنٹے میں راولپنڈی پہنچا اور حکم ہوا صبح ملتان جانا ہے، وقت بتایا گیا ساڑھے گیارہ بجے انشاء اللہ۔ صبح گاڑی سٹارٹ کرنے کے لئے گیراج میں پہنچا تو شاہ جی گاڑی میں بیٹھے انتظار فرما رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا گھڑی دیکھو! گیارہ پینتیس ہو چکے ہیں، تمہیں بیس مرتبہ سمجھا چکا ہوں وقت، وقت، وقت، پابندی، پابندی، پابندی اور پھر پابندی سیکھو۔ قاسم! تم کب سلجھو گے؟ اللہ نے نماز بھی وقت کی فرض کی ہے، روزوں کا بھی ایک وقت ہے، حج کا تصور بھی میقات کے بغیر کچھ نہیں، اگر دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی چاہتے ہو تو وقت کی قدر کرنا سیکھ لو۔

یہ عجیب واقعہ بھی سنتے جائیے کہ کلر کہار ہم کھانا لینے کے لئے ہوٹل گئے واپسی ہوئی تو دیکھا شاہ جی ایک عورت کی گاڑی کو دھکا لگا رہے ہیں۔ دل کڑھنے لگا اور کئی بار سوچ بھی چکا ہوں شاہ جی عجیب پیر صاحب ہیں، بلکہ برطانیہ جماعت اہل سنت کے قائد نے ایک سفر کی کہانی سنائی کہ ایک بار راستے میں ایک انگریز خاتون سے گاڑی کا بونٹ نہیں کھل رہا تھا، شاہ جی نے ہم سب کو اس کی مدد کے لئے گاڑی سے اترنے کا عندیہ دیا، ایک گھنٹے کی محنت کے بعد جب گاڑی چلنے کے قابل ہوگئی تو اس انگریز خاتون نے معاوضہ دینا چاہا، شاہ جی نے صرف اتنا کہا کہ ہمارے رسول ﷺ کی حدیث ہے:

''ہر انسان تین سو ساٹھ جوڑوں کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے جس شخص نے اللہ اکبر کہا، الحمد للہ کہا۔ لا الہ الا اللہ کہا، سبحان اللہ کہا، استغفر اللہ کہا، لوگوں کے راستے سے پتھر ہٹایا یا کوئی کانٹا کوئی، ہڈی راہ سے ہٹادی نیکی کا حکم دیا یا برائی سے منع کیا، یہ تین سو ساٹھ جوڑوں کا شکر ہے اور قیامت کے دن ایسا شخص جہنم سے آزاد ہوگا۔''

شاہ جی نے حدیث سنائی اور کہا مجھے کوئی معاوضہ نہیں چاہیے، آخرت میں صلہ درکار ہے۔ وہ عورت اتنا متاثر ہوئی کہ شاہ جی سے عرض کرنے لگی میں کتابیہ ہوں اور میرا شوہر مسلمان ہے۔ آج کے بعد میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ میں مسلمان ہوں۔ بعد ازاں اس عورت کے خاوند نے فون کر کے شاہ جی کا شکریہ ادا کیا اور کہا اب میری بیگم آپ کے اخلاق سے متاثر ہو کر مسلمان بن چکی ہے۔

اسی سفر کی ایک اور مزیدار بات یقیناً دلوں میں سکون کا باعث ہوگی کہ گاڑی موٹر وے پر ایک سو بیس کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ رہی تھی اچانک شاہ جی نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا:

''قاسم بتاؤ یہاں سے کتنے راستے ملتان جاتے ہیں''؟

پھر خود ہی فرمایا ''چھ''

میں سمجھ گیا نصیب دشمناں آج کچھ گڑ بڑ ہے۔ ''اللہ اکبر''

گاڑی چکیاں کے راستے ڈالی تو ایک ٹرالی کے الٹ جانے کی وجہ سے راستہ بند ملا۔ بھلوال سے سرگودھا پہنچے تو فوجیوں نے راستہ بند کیا ہوا تھا۔ سلانوالی کی طرف سے سیال شریف اور پھر جھنگ پہنچے تو شورکوٹ کا راستہ مسدود پایا۔ سڑکیں سیاست کے مداریوں نے اکھیڑ رکھی تھیں۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ اور کمالیہ کی جانب بڑھے تو بڑے بڑے گڑھے عذاب بن گئے تقریباً 12 گھنٹے کے جان توڑ سفر کے بعد ملتان پہنچے تو ''علامہ فیض بخش رضوی'' نے استقبال فرمایا اور سعودی عرب میں مدنی نسبت کے حامل محترم خادم حسین کے گھر محفل میلاد میں شاہ جی نے ایک گھنٹہ خطاب کیا۔ مسلسل گاڑی چلانے کی وجہ سے میری طبیعت اتھل پتھل ہوگئی۔ شاہ جی کو تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا جب محفل میں صرف بارہ آدمی دیکھے تو غصہ نے مجھے بے قابو کر دیا۔ شاہ جی میرے بارے میں مجھ سے بھی زیادہ آگاہ رہتے ہیں، آپ سمجھ گئے اور فرمایا غصہ نہ کھاؤ۔ واپسی پر تمہیں ایک قصہ سناؤں گا اور تم مطمئن ہو جاؤ گے۔ میں مطمئن ہونے کی بجائے مضطرب ہوگیا، پہلے غصے کی جلن، اب قصہ سننے کی تڑپ۔ الحمد للہ کر کے گاڑی ایک مرتبہ پھر ملتان سے پنڈی کی طرف رواں دواں ہوگئی۔

شاہ جی نے ہمارے سفر کے ایک ساتھی ارسلان مشتاق سے پوچھا ''ہم جب گاڑی کو دھکا لگا رہے تھے تم لنگڑا کر کیوں چلنے لگے تھے۔ ارسلان نے کہا پاؤں سوگیا تھا اب شاہ جی نے سعدی کی ایک دلچسپ حکایت سنائی۔

کسی پربت بستی میں لومڑی کو دیکھا گیا کہ وہ لنگڑا کر چل رہی تھی۔ اس سے پوچھا گیا بی لومڑی لنگڑا کر کیوں چل رہی ہو؟ وہ کہنے لگی شہر میں بادشاہ نے اونٹ بے گار میں پکڑنے شروع کر رکھے ہیں میں نے سمجھا کہیں مجھے بھی نہ پکڑ لیا جائے۔

کہا گیا تم تو لومڑی ہو پھر تمہیں کاہے کا غم۔ لومڑی نے کہا بادشاہوں کا کیا پتہ کہیں اونٹ کا بچہ سمجھ کر نہ پکڑ لیں۔

بھائی ارسلان شاید تم نے سمجھا کہیں شاہ جی مجھے گاڑی کو دھکا دینے کا حکم نہ صادر فرمادیں اور لنگڑا کر چلنا شروع کر دیا۔ حکایت کا عملی انطباق سن کر گاڑی مسرتوں، خوشیوں اور مسکراہٹوں سے بھر گئی۔ شاہ جی نے کہا توبہ۔۔۔توبہ۔۔۔اور پھر سیٹ پیچھے کر کے لیٹ گئے۔

شاہ جی کافی دیر آنکھ بند کئے لیٹے رہے، کچھ دیر بعد صبح کی نماز پڑھی اور پھر سفر شروع ہوا۔ صبح کے بعد ہمارا سفر کافی دشوار ہوتا ہے، لیکن اچانک شاہ جی نے گاڑی روکنے کا حکم دیا اور ہم من وسلویٰ والوں کے لئے ناشتہ کی نوید جانفزا سنائی، ناشتہ کیا تو طبیعت تازہ ہوئی شاہ جی بھی چائے نوش فرمانے کے بعد طبیعت میں تازگی محسوس فرمانے لگے۔

میں نے عرض کی اس سفر اور طویل مشقت کی حکمت سمجھ میں نہیں آئی شاہ جی گویا ہوئے اور فرمایا:

عزیزم قاسم! خادم حسین میرے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا اصل میں اس کے لئے مجھ سے وقت غلام مرسلین نے لیا اور غلام مرسلین وہ نوجوان ہے جس نے مجھے دیارِ مقدس میں تبوک سے خیبر تک، مکہ شریف سے مدینۃ النور تک اور پھر حدیبیہ سے بنوسعد کی پہاڑیوں تک سرزمین رحمت کی سیر کرائی ہے۔ خصوصاً ایک زمانے میں جب میرے دل میں شوق پیدا ہوگیا کہ میں ہجرت کی راہوں میں پیدل مدینہ شریف حاضری دوں تو غلام مرسلین نے ثور سے قدید اور پھر قدید سے سنگلاخ پہاڑوں، چٹانوں اور صحرائی گزرگاہوں سے مجھے مدینہ شریف پہنچانے کا احسان کیا۔ اب تم مجھے خود بتاؤ مجھے اس سے وفا کرنی چاہئے یا نہیں۔ عظمت، عزت اور برکت سب کچھ وفا میں ہے راہ ہجرت سفر کی کہانی پھر کسی دوسرے موقع پر نذر قلم کی جائے گی۔

✿✿✿

چوبِ قلم

پاکستان سُنّی کانفرنس/فیصل آباد سے راولپنڈی تک

آلِ رسول سے ایک سیدزادے کا پختہ ارادہ

پوری امت مسلمہ کو نیا رنگ مل گیا

محمد زبیر اعوان

مجھے یاد ہے کہ جب جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت قبلہ سیدی ومرشدی علامہ سید ریاض حسین شاہ مدظلہ العالی نے فیصل آباد میں سُنی کانفرنس کا اعلان کیا تھا، تو پورے ملک میں جوش وخروش کی عجیب سی لہر پیدا ہوگئی تھی اور جوں جوں سنی کانفرنس کا دن قریب آ رہا تھا کارکنان وعہدیداران جماعت اہل سنت پاکستان کے جوش وولولے میں اضافہ ہو رہا تھا کہ اسی اثناء میں آخری ایام میں فیصل آباد کی انتظامیہ نے سنی کانفرنس کا اجازت نامہ دینے سے انکار کر دیا مگر مرکزی انتظامیہ اور شوریٰ نے طے کیا کہ کانفرنس ہر حال میں ہوگی اور پھر تیاریاں عروج پر جا پہنچیں۔ کانفرنس میں شرکت کے لئے ہر بچہ اور بڑا بے قرار نظر آ رہا تھا۔ اس شہر میں جہاں محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما تھے اور مولانا باغ علی رضوی جیسے مجاہد بھی موجود تھے، جو کانفرنس کا سارا خرچ بھی لگانے کو تیار تھے کہ اچانک دو دن پہلے یہ روح فرسا خبر آئی کہ مرکزی امیر محترم نے کانفرنس ملتوی کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ یہ خبر، خبر نہیں تھی بلکہ ایک ہتھوڑا تھا جو سب کو زخمی کر گیا تھا اور ہم جیسے کیڑے مکوڑوں کے زخموں کا کیا ذکر۔ زخموں سے چور چور ایک سیدزادہ بھی نظر آیا جس کے لب یہ فیصلہ نہیں سنانا چاہ رہے تھے کہ یہ سب کیوں ہوا؟ پورا ملک عجیب اضطراب کی کیفیت میں تھا۔ مرکزی شوریٰ کے اجلاس میں مرکزی ناظم اعلیٰ نے اپنا استعفیٰ بھجوا دیا تھا مگر شوریٰ اب نیا زخم لینے کو تیار نہ تھی۔ بات لمبی ہو جائے گی اور کسی نادان کی قلم سے پڑھنے والوں کا وقت زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔۔۔۔۔ اسی لئے درمیان میں ڈیش ڈیش چھوڑی جاتی ہیں کہ اگر وقت موجود ہو تو یہاں کھڑے ہو کر قاری سوچ سکتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ اور پھر یہ جماعت کیسے باقی رہی؟ جماعت کے مرکزی ناظم اعلیٰ علامہ سید ریاض حسین شاہ نے یہ زخم مندمل نہیں ہونے دیا اور اسے جذبۂ عشق رسول اور اطاعت امیر میں بدل ڈالا۔۔۔ استعفیٰ واپس ہو گیا، مگر جب بھی تنہائی ہوتی یا اجتماع عام، سنگیوں کی محفل ذکر ہوتی یا سفر کی لمبی ساعتیں، حضور قبلہ سید ریاض حسین شاہ کے دل کے زخم ابل پڑتے اور ہم سوچتے رہ جاتے کہ کیا اتنی بڑی جماعت ایک ضلع کی مقامی انتظامیہ کے مقابلے پر بھی نہیں آ سکتی کہ وہ بغیر اجازت پروگرام کر لے یا کوئی ایسی پالیسی نہیں کہ انتظامیہ اجازت دینے پر مجبور ہو جائے۔ حالانکہ یہ تو وہ جماعت ہے جس کا سلسلہ کربلا کے شہسوار جنگ امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام اور فاتح خیبر شیر خدا مولا علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ تو کیا یہ سب افسانوی باتیں ہیں؟ جو ہم صرف لاؤڈ سپیکر پر کھڑے ہو کر سنا سکتے ہیں، یا اپنی کتابوں میں تحریر کر سکتے ہیں۔۔۔۔ یہ سب اور ان جیسے ان گنت سوالات ذہن میں پیدا ہوتے اور دبتے رہتے تھے۔ مگر جواب عملی طور پر موجود نہ تھا یہی وجہ تھی کہ تنظیمی عمل رک سا گیا تھا۔ رابطے کم ہوتے چلے گئے۔۔۔ صوبہ سرحد تو بالکل ہی ساؤنڈ ہو گیا۔ مرکزی امیر محترم کا جواں سال فرزند داعی اجل کو لبیک کہہ گیا اور اختلافات پر ہمدردی اور غمگساری کے جذبے حاوی ہو گئے۔ مرکزی ناظم اعلیٰ محترم کو انوکھی بیماری نے دامن میں لے لیا۔ جس کا انوکھا علاج بھی ہو گیا اور پورے ملک میں یہ کیفیت عام ہو گئی کہ آئندہ انتخابات میں کسی نے عہدہ نہیں لینا اور جماعت کے ساتھ کارکن بن کر کام کرنا ہے۔ خود مرکزی ناظم اعلیٰ نے بھی اپنے ساتھیوں کو یہ ہدایات دے دیں کہ مجھے اب کسی بھی عہدے پر نامزد نہیں کرنا ہے اور میں زندگی کے بقیہ ایام گوشہ نشینی میں گذارنا چاہتا ہوں، یہی نہیں گاؤں میں ایک پہاڑی کا انتخاب بھی کر لیا گیا کہ یہاں بکریاں چرانے کی سنت نبوی پر عمل درآمد کرنا ہے۔۔۔ مگر پھر انتخابات کا دن آ گیا اور یہ کیا ہوا؟ شوریٰ کا کوئی بھی رکن مرکزی ناظم اعلیٰ کے لئے سید ریاض حسین شاہ کے نام کے علاوہ کوئی اور نام سننے کو تیار نہ تھا۔۔۔ اور شاہ جی نے شوریٰ کی درخواست رد کرتے کرتے ایک نیا انداز لے لیا کہ سُنی کانفرنس کرنا چاہتا ہوں اور وہ بھی راولپنڈی شہر کے لیاقت باغ میں اگر جماعت کر سکے تو ناظم اعلیٰ بننے کو تیار ہوں۔۔۔ یہ وہ وقت تھا کہ کوئی بھی رکن شاہ جی کو چھوڑنے کو تیار نہ تھا اور سنی کانفرنس کا اعلان ہو گیا، لیکن جب لیاقت باغ راولپنڈی میں خون کی ہولی کھیلی گئی ایک عورت پر بزدلانہ حملہ کر کے مردانگی کی توہین کر دی گئی تو وقت پھر فیصل آباد سنی کانفرنس کی طرف مڑتا دکھائی دیا۔ جماعت کے اندر پھر کھلبلی مچ گئی جس کی روداد گذشتہ دو ماہ پہلے اسی ''چوب قلم'' میں تحریر کر چکا ہوں کہ کیسے کربلا کا میدان سجا اور اس مرتبہ رب کی رحمت کچھ اور انداز سے جلوہ گری کرنے پر تلی ہوئی تھی، لیکن لیاقت باغ تک ٹریفک پلان کارکنان کے لئے پریشانی کا باعث بن رہا تھا۔ جی یہ چاہتا تھا کہ کانفرنس راولپنڈی میں ہو تو سہی مگر وہ کوئی اور بڑی جگہ ہو۔ جہاں صرف جماعت ہی جماعت نظر آئے۔ جہاں ایک میلے کا سماں ہو اور نمازوں کے لئے بھی کھلی جگہ میسر ہو، لیکن سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اچانک راولپنڈی کی ضلعی انتظامیہ کو بھی شوق چڑھا کہ وہ فیصل آباد کی تاریخ دہرائے۔ قدرت کو بھی یہی منظور تھا کہ حکومت کو بھی پتہ چلے کہ اب بھی جماعت اہل سنت پاکستان کی قیادت امام حسین علیہ السلام کے جگر گوشوں کے پاس ہی ہے جو پہلے مصلحتاً خاموشی کا لبادہ اوڑھ گئے تھے مگر اب حالات یکسر تبدیل ہو چکے تھے، واقعہ وہی ہوا جو پہلے ہوا تھا انتظامیہ نے اجازت کینسل کر دی، دوسری طرف راولپنڈی میں اوپر تلے دھماکوں اور خودکش حملوں نے خوف وہراس کی فضا پیدا کر دی تھی۔ ملک بھر میں اس قدر خوف تھا کہ لیاقت باغ کو مقتل گاہ سمجھ لیا گیا تھا۔ ایک بڑے آستانے کے ایسے پیر صاحب محترم جن کے ساتھ بھی ہر وقت کلاشنکوف بردار پہرے دار رہتے ہیں انہوں نے کانفرنس سے دو دن قبل فون کر کے مشورہ دیا کہ

کانفرنس ملتوی کرنے کا اعلان کریں ہم خود کو موت کے حوالے نہیں کر سکتے۔ ایک اور بڑے بزرگ نے فرمایا کہ ہم لیاقت باغ میں بے نظیر بھٹو بننے کے لئے نہیں آ سکتے۔ شاہ صاحب کانفرنس کینسل کر دیں۔۔۔ بڑا ہی عجیب سماں تھا ایک طرف 9۔ مارچ کی سُنّی کانفرنس کی تیاریاں، دوسری طرف انتظامیہ کا شدید دباؤ، اور تیسری طرف سب سے افسوسناک صورتحال تھی کہ بڑے بڑے لوگ دھماکوں سے لرزہ براندام تھے اور کانفرنس کی حمایت یا شرکت کا وعدہ بھی کرنے کو تیار نہ تھے۔ ایسے میں جماعت کے مرکزی امیر حضور قبلہ سید مظہر سعید کاظمی امریکہ میں تھے اور ان کی سیٹ واپسی کے لئے 9۔ مارچ کی ہی کنفرم ہوئی تھی اور یہاں مرکزی ناظم اعلیٰ اکیلے تھے مگر نہیں کربلا میں امام حسین کو ان کی اولاد یا ان کے ساتھیوں نے تو تنہا نہیں چھوڑا تھا اور آج کربلا کی تاریخ بھی تو دہرائی جانی تھی، مگر نتیجہ مختلف تھا ساتھی بھی مختلف تھے، کوئی سنگیوں کے روپ میں تھا تو کوئی پڑوسیوں کے روپ میں، کوئی جماعت کا ساتھی تھا تو کوئی آلِ رسول کا متوالا۔ سب ہی گھن گھرج کے ساتھ ایسے اٹھے کہ انتظامیہ نے خود ہی بڑی جگہ بھی ایسی دے دی کہ نہ کسی کو کبھی ملی اور نہ آئندہ کسی مذہبی سیاسی پروگرام کو ملنے کا امکان ہے۔ کرکٹ سٹیڈیم راولپنڈی میں سُنی کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ ہائی کورٹ نے بھی دیا۔ راولپنڈی کی انتظامیہ کو فیصل آباد انتظامیہ کی روش مہنگی پڑی۔ یہ سید ریاض حسین شاہ وہ نہیں تھے جو فیصل آباد کے ماحول میں بجھے بجھے سے نظر آتے تھے۔ یہ تو کربلائی خون نظر آ رہا تھا۔ ضلع ناظم راولپنڈی اور ڈی سی او کو پہلی مرتبہ تاریخ میں کسی لیڈر سے اخبارات میں اوپن معذرت کرنا پڑی۔ ٹی ایم اے کے چار اہلکار معطل ہو گئے جنہوں نے کانفرنس کے بینرز اتارنے کی ناپاک جسارت کی تھی۔ ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر راولپنڈی کو کانفرنس کے لئے اوپن راستے دینا پڑ گئے اور مکمل سیکورٹی کے لئے افرادی قوت اور اسلحہ بھی کم پڑ گیا، لیکن یہاں بھی انتظامیہ کو کربلا کا منظر حیران کر گیا۔ جماعت کے ایک ہزار (1000) رضا کاروں نے صرف چھڑیوں اور ڈنڈوں کی سنت صحابہ کو دہرایا اور خود تلاشیاں لیں مگر نہ پولیس کی ضرورت پڑی اور نہ اسلحہ برداروں کی اور یہ بھی کیسا ہی عجیب رنگ تھا کہ نماز فجر سے لے کر رات 2 بجے تک ڈیوٹیاں دینے والے جماعت کے ڈنڈہ بردار رضا کار نہ تو تھکے اور نہ خوفزدہ ہوئے، مگر پستول کمر ہٹی کے ساتھ باندھنے والے پولیس کے جوان رات 11 بجے ہی واپس چلے گئے کہ کہیں اب کوئی خودکش بمبار نہ آ جائے، جبکہ اس سے چند لمحے قبل جماعت کے مرکزی ناظم اعلیٰ اپنے اعلامیئے میں توکل علی اللہ کا درس دے رہے تھے کہ ”اگر میرے جسم کو ایٹم بموں سے پرو بھی دیا جائے اور سارے ایٹم بم ایک مرتبہ چلا دیئے جائیں تو موت پھر بھی اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک میرا رب نہ چاہے گا اور جب رب چاہے گا تو موت گھر کے اندر نرم بستر پر بھی آ جائے گی۔“ یہ پیغام ان لوگوں کو تو جلا بخش گیا جو ڈنڈوں کو بھی اس لئے پکڑ کر کھڑے تھے کہ مرشد کا آرڈر تھا مگر جو پہلے ہی اسلحے پر بھروسہ کرتے ہیں۔ انہیں توکل علی اللہ سے کیا غرض؟ بہرحال پاکستان سُنّی کانفرنس کرکٹ اسٹیڈیم راولپنڈی تاریخ میں ان شاء اللہ سنہرے حروف سے لکھی جائے گی، کیونکہ یہ کانفرنس ہر اعتبار سے قابل تحسین تھی۔ ایک طرف راولپنڈی کے شہریوں کے لئے کانفرنس کے انتظامات حیران کن تھے کہ عین کانفرنس کے دن سے 4 دن قبل کانفرنس کا مقام تبدیل ہو گیا اور وہ بھی ایسا مقام جہاں نہ باتھ رومز تھے، نہ مسجدیں اور نہ ہی سستے ہوٹلز، نہ روشنی، نہ بجلی، نہ پانی اور نہ ہی جماعت کے پاس فنڈز، مگر یہ سب کیسے ہوا؟ کس طرح ہوا؟ کہ جماعت کے مرکزی ناظم اعلیٰ علامہ سید ریاض حسین شاہ جو آخری دن تک فنڈز کی کمی پر پریشان تھے مگر مایوس نہ تھے۔ لیکن کانفرنس کے بعد وہ فنڈز بچنے کا بھی مژدہ سناتے نظر آئے۔ میں اس پر حیران نہیں ہوں کہ یہ کیسے ہوا؟ کیونکہ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ مرشد کریم قبلہ علامہ سید ریاض حسین شاہ نے 15 دیگیں بریانی، ہری پور سے کوٹنالی تک جا کر 10 ہزار افراد کے اجتماع کے لئے لگائے گئے ٹینٹ سروس کے شامیانوں اور ساؤنڈ سسٹم کے بلوں کے لئے مجھے 50 ہزار روپے عنایت کئے کہ یہ بلز دے دو تو میں اس وقت پریشان ہو گیا تھا کہ یہ سب کیسے ہو گا؟ اور اس وقت تو اور بھی پریشان تھا اور ساتھ فالتو رقم بھی رکھ لی تھی کہ 300 روپے بچے ہیں اور ساؤنڈ سسٹم والے کا بل بقایا ہے، لیکن میری پریشانی حیرانی میں بدل گئی جب ساؤنڈ سسٹم والے نے مجھ سے صرف 300 روپے کا تقاضا کیا کہ میں شاہ جی کے پروگراموں کا معاوضہ نہیں لیتا۔ صرف کرایہ برکت کے لئے رکھوں گا۔۔۔ تو مجھے سمجھ آیا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی پر نظر کرم کر دیتا ہے تو پھر وہاں حساب کتاب نہیں ہوتے۔ بس جو ارادہ ہوتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ شاہ جی قبلہ نے سنی کانفرنس کا ارادہ کیا تو وہ کام تو ہونا ہی تھا مگر یوں لگا کہ یہ وہ خاص وقت تھا کہ جہاں سنی کانفرنس کی ضرورت تھی۔ میری نگاہ جب اٹھتی ہے تو حیران ہوتا ہوں کہ ایک طرف ڈنمارک ناروے کے گستاخان رسول، جن کے خلاف ریلیاں تو نکلیں، مگر تحریکی سطح پر اجتماع کسی بھی جماعت یا مسلک نے نہ کیا، مگر جماعت نے ایسے وقت میں جب یہ کر دکھایا اور ناموس رسالت مآب پر دیئے گئے علمی لیکچرز کو پوری دنیا نے انٹرنیٹ پر سنا اور کیا ان گستاخوں نے نہ سنا ہو گا؟ اور اب تو شاہ جی امریکہ اور یورپ میں خود جا کر انہیں عظمت رسول کی رفعتیں بتا رہے ہیں اور سنی کانفرنس پھر ایسے وقت میں ہونا جب گولیوں، دھماکوں اور بموں کی گھن گھرج برس رہی ہو اور جو بھی بندہ سنی کانفرنس میں شرکت کے لئے جائے تو ذہن میں یہ رکھ کر جائے کہ اگر آج موت آ گئی تو خوشدلی سے قبول

کروں گا، مگر اللہ کی ذات پر توکل کا جو درس اس کانفرنس میں ملا، وہ شاید ہی کبھی اس دور میں ملا ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ جماعت پر کسی انتظامیہ سے دبنے کا جو داغ لگ چکا تھا نہ صرف وہ دھل گیا بلکہ جماعت کی حیثیت کا بھی حکمرانوں کو علم ہو گیا اور دشمنانِ رسول کو بھی پتہ چل گیا کہ نبی کے دیوانے دھماکوں اور گولیوں سے نہیں گھبراتے۔ ساتھ ہی اپنے لوگوں کو بھی یہ پتہ تو چل گیا کہ گھبرانے والے کون تھے اور سروں پر کفن باندھ کر نکلنے والے کون تھے۔ مگران کے نام مرکزی ناظم اعلیٰ محترم کا اعلامیہ ہی کافی ہے جو موت سے ڈرتے ہیں یہ وہ اعلامیہ نہیں تھا جو روایتی طرز کا ہو بلکہ اس میں وقت کے حکمرانوں کی اصلاح کا پیغام بھی تھا۔ غلطیوں کی نشاندہی بھی تھی مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کے علماء و مشائخ کے لئے درد بھی تھا اور عوام کے لئے صحیح سمت کی نشاندہی بھی۔ اس اعلامیئے کے بعد کسی کی تقریر کے لئے مزید کچھ نہیں بچا، مگر پھر بھی مقررین کی لمبی فہرست موجود تھی جن میں صوبہ سرحد کے ان علماء مشائخ کے لئے کچھ نہیں تھا جو صرف ہزارہ ڈویژن سے 70 کے قریب گاڑیوں کا عظیم جلوس لے کر ریلیاں نکالتے نکالتے کانفرنس میں پہنچے تھے، مگر یہاں بھی شاہ جی نے قائدانہ وقار سے علامہ محمد بشیر القادری ناظم اعلیٰ صوبہ سرحد کو وقت دلوایا، دلوانے کو تو آپ نے اس نام نہاد سٹیج سیکرٹری کو بھی وقت دلوایا، جو سٹیج سیکرٹری پینل میں تو قبلہ شاہ جی کی شفقتوں کی وجہ سے موجود تھا مگر اسے پینل کے دیگر شرکاء شاید پسند نہ فرماتے تھے۔ اس لئے آخر تک اسے بتایا بھی نہ گیا کہ وہ بھی پینل میں شامل ہے۔ ہم بھی اسی لئے اس کی تقریر کا ذکر یہاں نہیں کرنا چاہتے کہ اس کی تقریر ہی ایسی تھی کہ اس نے بجائے کسی کو خوش کرنے کے چند احباب کو خفا کر ڈالا۔ اس لئے اس کالم میں میری طرف سے یہ قرارداد پیش کی جاتی ہے کہ ایسے نااہل مرکزی نائب ناظم اعلیٰ کو فوری طور پر اس کے عہدے سے ہٹا کر اسے صرف مرشد کریم کی خدمت پر لگا دیا جائے، اس کاہری پور سے مکان بیچ کر شاہ جی کے پڑوس میں اسے گھر دے دیا جائے تاکہ اسے اس کی اوقات کا پتہ چل جائے۔ بہر حال موضوع دوسری طرف نکل گیا جب بھی کسی نااہل آدمی کا ذکر آتا ہے تو سارا ماحول بگڑ جاتا ہے۔ کالم کیا چیز ہے اگر یقین نہ آئے تو بعض بزرگانِ دین کا تنظیمی قواعد اور ضوابط کے اندر میٹھی میٹھی باتوں کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔ جب مرکزی شوریٰ کے اجلاس میں اسی طرح کوئی نام لیا گیا تھا، مگر اللہ نہ کرے کہ ہمارے کالم میں ایسا کوئی نام آئے۔ البتہ ایک کام پھر ہو گیا ہے نہ حضور شاہ جی قبلہ کے اعلامئے پر گفتگو ہوئی ہے اور نہ ہی سرحد کے جن علماء و مشائخ کا اس تحریر میں ذکر کرنا تھا وہ ہو سکا ہے ہمیشہ یہی ہوتا ہے لکھنا کچھ اور ہوتا ہے مگر لکھانے والے قلم کا اختیار خود لے لیتے ہیں، لیکن پھر بھی میں سلام پیش کرنا چاہوں گا اپنی جماعت اہل سنت کے ہر عہدیدار اور کارکن کو جنہوں نے تنظیمی ڈسپلن کے ساتھ آل رسول کی آواز پر لبیک کہا اور کانفرنس کی کامیابی میں اپنا کردار ادا کیا الحمد للہ آج ہر بڑی محفل میلاد میں جماعت کا دیا ہوا سیکورٹی کا طریقہ کار دیکھتا ہوں تو شکر ادا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت اہل سنت پاکستان کے ذریعے ہمیں کام کرنے کا انداز بھی سکھا دیا۔

❁ ❁ ❁

کراچی شہر "لبیک یارسول اللہ" کی صداؤں سے گونج اٹھا

تحفظ ناموس رسالت ریلی۔۔۔ایک تاریخی اقدام

تحریر: عبدالحفیظ معارفی

دنیائے مغرب بالخصوص ڈنمارک اور ہالینڈ میں یہودیوں اور استعماری قوتوں کے گٹھ جوڑ اور منصوبہ بندی سے قرآن اور صاحب قرآن محبوب رحمٰن ﷺ کے خلاف طوفان بدتمیزی برپا ہے، کہیں مظہر حسن ازل جناب رحمۃ اللعالمین ﷺ کے توہین آمیز خاکوں کی مسلسل اشاعت ہو رہی ہے تو دوسری طرف تعلیمات خداوندی جو انقلاب آفرین قرآن مجید کی صورت میں تا قیام قیامت نسل انسانی کی رہنمائی کے لئے موجود ہیں، ان کو مسخ کرنے کی ناپاک سازش کرتے ہوئے توہین پر مبنی فلم کو ریلیز کیا گیا ہے۔ اس پرآشوب ماحول میں تمام دنیائے اسلام افسردہ اور غمزدہ ہے۔ پورے روئے زمین پر وابستگانِ اسلام، دیوانگانِ عشق رسول بھرپور اور پرزور احتجاج کررہے ہیں۔ مملکت خداداد پاکستان میں بھی یہ سلسلہ جاری ہے اور تحفظ ناموس رسالت کی آواز ہر طرف سے اٹھ رہی ہے۔ کیا عوام، کیا خواص سبھی اس معاملہ میں اپنے جذبات و احساسات کی ترجمانی کرتے ہوئے احتجاج ریکارڈ کروارہے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ وہ اسلام دشمن قوتیں کہ جن کی ساری تاریخ نبی کریم ﷺ کی گستاخی اور توہین سے بھری ہوئی ہے وہ بھی آج شانِ مصطفےٰ ﷺ اور حرمت رسول ﷺ کے عنوانات سے اپنے سیاسی اور ذاتی مفادات کے حصول کے لئے اس وقت اور معاملے سے فائدہ اٹھا رہی ہیں۔

ضرورت تھی کہ ان حالات میں نبی کریم ﷺ کے سچے جانثار اور وفا شعار کہ جو مذہبِ مہذب اہل سنت و جماعت کے پرنور نام سے جانے پہچانے جاتے ہیں وہ پورے ملک بالخصوص کراچی میں کوئی بہت بڑا عملی قدم اٹھاتے اور تمام دنیائے سنیت کی ترجمانی کرتے ہوئے ناموس رسالت کے تحفظ کی آواز بلند کرتے۔ کچھ عرصہ پہلے کراچی میں 10۔اپریل کو ریلی کا اعلان کیا گیا۔ جماعت اہل سنت پاکستان کراچی نے اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اپنے جلسوں اور جلوسوں میں اس کا بھرپور پرچار شروع کردیا۔ حضرت سید شاہ تراب الحق قادری نے نشتر پارک کی عظیم الشان میلاد مصطفےٰ کانفرنس میں 12۔ ربیع الاول کو بے شمار عوام کے سامنے اس کا بھرپور اعلان بھی فرمایا اور شرکت کا وعدہ بھی لیا، الغرض کراچی کے طول وعرض میں جماعت اہل سنت نے اس کا پیغام بھی پہنچایا اور ساتھ ساتھ مختلف ٹاؤنز میں ریلی میں شرکت کے لئے میٹنگز بھی شروع کردیں، مگر 10۔اپریل کی تاریخ قریب سے قریب ہوتی گئی، آئی اور گذر گئی مگر نامعلوم وجوہات کی بناپر ریلی کا انعقاد نہ ہوسکا اور وہ آرزو جو عوام اہل سنت کے دلوں کی صدا تھی وہ تشنہ تکمیل رہی۔ اب ایک طرف عشاقان مصطفےٰ ﷺ اپنے جذبات وفا کے اظہار کے لئے بے قرار اور دوسری طرف مکمل سکوت۔ ایک طرف پرزور احتجاج کی خواہش اور دوسری طرف مکمل خاموشی۔ ایک بڑے عملی اقدام کی تشنگی عوام میں اور خواص میں بھی بڑھتی ہی جارہی تھی لیکن دوسری طرف تمام فیصلہ ساز قوتیں ایک نامعلوم سناٹے اور گہری خاموشی میں مبتلا نظر آرہی تھیں۔ ان حالات میں بھی جماعت اہل سنت پاکستان کراچی اپنے فرض سے غافل نہ ہوئی۔ وقتاً فوقتاً کئی اقدامات اٹھائے جاتے رہے۔ پریس کلب اور دیگر مقامات پر احتجاجی پروگرام اور مظاہرے منعقد کئے گئے اور پھر تمام حالات کا بغور جائزہ لینے اور گہرے غور وخوض کے بعد جماعت اہل سنت پاکستان کراچی نے ایک منزل نواز قدم اٹھانے کا فیصلہ کیا۔ بحیثیت مادر تنظیم اور جماعت ہونے کے ناتے یہ جماعت اہل سنت کی ذمہ داری بھی تھی کہ وہ تمام سنی تنظیمات کی عملی طور پر رہنمائی کے لئے اس ساکت و جامد پانی میں کوئی ہلچل پیدا کرے، لہٰذا اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اور نبی کریم ﷺ کی محبت کی میٹھی چھاؤں میں تحفظ ناموس رسالت ایکشن کمیٹی کو ہنگامی بنیادوں پر تشکیل دے کر اس پلیٹ فارم سے 3۔مئی بروز ہفتہ 2008ء صبح 10 بجے ایک بھرپور اور عظیم تر تحفظ ناموس رسالت ریلی کا فیصلہ کرلیا گیا۔ اس اعلان نے کراچی بھر کے غیور اور جانثار سنیوں کے جذبات عشق مصطفےٰ ﷺ میں ایک تلاطم پیدا کردیا اور وہ جماعت اہل سنت پاکستان کراچی کی سرپرستی میں ایک ولولے کے ساتھ مصروف عمل ہوگئے۔ فوری طور پر تمام سنی تنظیمات کا ایک اہم اجلاس جامع میمن مسجد مصلح الدین گارڈن میں طلب کرلیا گیا جس میں اکثر تنظیمات نے بھرپور شرکت کی اور جماعت اہل سنت پاکستان کراچی کے اس فیصلہ کن اور تاریخ ساز قدم اٹھانے کی تائید کرتے ہوئے اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔ تحفظ ناموس رسالت ایکشن کمیٹی نے کراچی کے تمام علاقوں کا مکمل اور ہنگامی دورہ کیا جس میں تمام سرکردہ سنی علماء کرام اور مشائخ عظام سے ملاقاتیں کیں اور انہیں ریلی میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ کراچی پریس کلب پر ایک پروقار پریس کانفرنس میں ریلی کے لائحہ عمل کا اعلان کیا گیا۔ ملک کے مختلف شہروں میں موجود قائدین اہل سنت سے رابطہ کرکے انہیں شرکت کی دعوت پیش کی گئی۔ کراچی بھر سے عوام کو بسوں، ٹرکوں اور سوزوکیوں کے ذریعے ریلی میں لانے کے لئے مکمل منصوبہ بندی کرنے کے بعد کراچی بھر کے مختلف علاقوں میں رابطہ شروع کردیا گیا۔ شہر بھر کے مختلف اہم مقامات پر کیمپ لگا کر دیوانگانِ کوچہ محبوب خدا نے ریلی کا پیغام ہر عام وخاص تک پہنچایا، پوری کراچی میں مختلف گاڑیوں پر اسپیکر لگا کر ہر گلی محلے میں جا کر اعلانات کئے گئے۔ ان تیاریوں کے دوران ہی یہ خوش خبری اہل ایمان کو سرشار کرگئی کہ پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی شاہ امیر جماعت اہل سنت پاکستان ملتان سے خصوصی شرکت فرمائیں گے ابھی اس خوشی کے ملنے پر اللہ کریم کا شکر ادا کر ہی رہے تھے کہ یہ خبر گنبد خضرا کا فیضان قلب وروح کی ٹھنڈک ہوگئی کہ سید ریاض حسین شاہ

ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان بیرون ممالک تبلیغی دورہ مکمل کرنے کے بعد پاکستان پہنچ کر ریلی میں جلوہ گر ہوں گے۔ گلستان محدث اعظم پاکستان فیصل آباد سے یہ نوید مسرت آئی کہ پارلیمنٹ میں سب سے پہلے ناموس رسالت کی آواز اٹھانے اور قرارداد پیش کرنے والے صاحبزادہ حاجی فضل کریم مرکزی صدر مرکزی جمیعت علماء پاکستان بھی ریلی میں موجود ہوں گے۔

ان نوازشات مصطفےٰ کریم ﷺ پر جبینیں بحضور رب قدیر و بصیر مصروف سجدہ ہوگئیں۔ ان انعامات الہیہ کے ساتھ ہی کینیڈا میں موجود کراچی بھر کے سینوں کے دلوں کے چین سید شاہ تراب الحق قادری کی مقبول بارگاہ خدا دعاؤں کو پانے کے بعد یہ یقین ہوگیا کہ ہماری اس کوشش کو منعقد ہونے سے پہلے ہی مکین گنبد خضرا نے اپنی بارگاہ میں قبول کرلیا ہے۔

اسی یقین کے حصول کے بعد تحفظ ناموس رسالت ایکشن کمیٹی کے جملہ اراکین اور عمائدین ایسے مصروف عمل ہوگئے کہ رات دن کی تمیز ختم ہوگئی۔ ہروقت ہر لحظہ ہر آن اپنی پاکیزہ نسبتوں پر ناز کرتے ہوئے کام، کام اور بس کام کے مقولہ پر عمل پیرا ہوگئے۔

انہی پیہم کوششوں اور مسلسل جدوجہد کے بعد جب 3۔ مئی 2008ء کو سپیدۂ سحر نے ظلمت شب کو رخصت کیا اور سورج نے نورانی کرنیں مطلع مشرق سے سوئے زمین روانہ کیں تو عشاقان مصطفےٰ ﷺ بھی ہدیہ درود وسلام پڑھتے ہوئے، اپنے آقا کی محبت کے البیلے گیت گاتے ہوئے اپنے اپنے علاقوں سے چھوٹے بڑے قافلوں کی صورت میں نمائش (نورانی) چورنگی کی جانب رواں دواں ہوگئے۔ ہر دل اپنے مولیٰ کی چاہت سے لبریز اور ہر زبان وفا کے ترانے الاپ رہی تھی، بچے، جوان، بوڑھے سب کے سب تحفظ ناموس رسالت کا عزم لئے ریلی میں شریک ہورہے تھے۔ 10 بجے کے لگ بھگ علمائے کرام اور قائدین عظام کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا۔ استقبالیہ کیمپ سے جیسے ہی کسی عالم دین، شیخ طریقت یا کسی سنی تنظیم کے سربراہ کی آمد کا اعلان ہوتا فضا نعرہ تکبیر و رسالت سے گونج جاتی۔ 3۔ مئی کی صبح ایک اور خاص چیز جو قابل مشاہدہ اور توجہ تھی وہ یہ کہ پورا شہر کراچی پچھلے چند دن سے شدید گرمی کی لپیٹ میں تھا مگر 3۔ مئی کو صبح ہی سے ٹھنڈی ٹھنڈی بادِ نسیم کے جھونکے پوری فضا کو پرنور اور پرسکون کررہے تھے ریلی میں شریک ہونے والے ہر فرد نے محسوس کیا کہ جیسے ہی سورج کے نور میں شدت اور حدت آتی گئی ویسے ہی ٹھنڈی ہوا بھی تیز تر ہوتی گئی۔ اللہ تعالیٰ کی انہی برستی ہوئی رحمتوں کے سائے میں عشاقان نبی کا قافلہ، ناموس رسالت کے پاسبانوں اور غلاموں کا یہ کارواں، نعرہ تکبیر اللہ اکبر و نعرہ رسالت یارسول اللہ ﷺ کی میٹھی آوازوں کے ساتھ علماء کرام اور قائدین عظام مولانا ابرار احمد رحمانی، مولانا خلیل الرحمن چشتی، مولانا محمد اشرف گورمانی، الحاج حنیف طیب، محمد عاطف بلو، ڈاکٹر وقاص جاوید، پیر سید احمد علی شاہ سیفی، طارق محبوب، مولانا غلام محمد سیالوی، عبدالجبار نقشبندی، محمد احمد قادری عطاری، شاہ تراب الحق قادری، سعید صابری، مولانا محمد اکرم سعیدی، پیر محمد فاروق شاہ کاظمی و دیگر کی قیادت میں جب تبت سنٹر کے لئے روانہ ہوا تو اس قافلہ تحفظ ناموس رسالت کے شرکاء کی تعداد کا عالم یہ تھا کہ ریلی کا اگلا حصہ تبت سنٹر اور آخر والا حصہ مزار قائد کے سامنے تھا۔ ہر طرف غلامی رسول کا اعلان کرتے ہوئے غلامان مصطفےٰ ﷺ نظر آ رہے تھے، ایم اے جناح روڈ اپنی وسعتوں کے باوجود بہت کم پڑ رہا تھا۔ دل بھی حاضر، جان بھی حاضر، پیارے آقا آپ کی خاطر، غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے، لبیک یارسول اللہ کی صداؤں میں تبت سنٹر کی جانب بڑھتے ہوئے غلامان مصطفےٰ جب تاج کمپلیکس پہنچے تو اسپیکر سے محمد جاوید قادری کی آواز تمام فضا کو خوشبودار کرگئی کہ جگر گوشہ غزالی زماں سید مظہر سعید کاظمی، امیر ملت مفکر اسلام سید ریاض حسین شاہ اور جگر گوشہ محدث اعظم پاکستان صاحبزادہ فضل کریم بھی اس قافلہ عشق ومستی کا حصہ بن گئے ہیں۔ تمام شرکائے ریلی اور وہاں موجود سنی تنظیمات کے سربراہوں نے دیدہ و دل فرش راہ کرکے ان متبرک ہستیوں کو خوش آمدید کہا۔ انہی محبتوں چاہتوں میں، وارفتگی کے عالم میں اپنے آقا پر قربان ہونے کا اعلان کرتے ہوئے جانثارانِ اسلام، فدائیانِ ناموس رسالت ریلی کی صورت میں تبت سنٹر تک پہنچے اور پھر تلاوت کلام رب لم یزل اور نعت رسول مقبول کے بعد تبت سنٹر سے مزار قائد تک پھیلے ہوئے ان شرکائے ریلی سے مختلف سنی تنظیمات کے سربراہوں اور علمائے کرام نے خطاب فرمایا، علمائے کرام اور اہل سنت تنظیمات کے سربراہان کے خطاب کے بعد ناظم اسٹیج نے عوام اہل سنت کے پرجوش استقبال میں مرکزی صدر مرکزی جمیعت علمائے پاکستان صاحبزادہ فضل کریم کو دعوت خطاب دی انہوں نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ مسلم حکمران ذمہ دارانہ رول ادا کرتے ہوئے یورپ کا مکمل اقتصادی بائیکاٹ کردیں تو وہ گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوجائے گا۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے اسمبلی میں پیش کی گئی قرارداد تحفظِ ناموس رسالت پر کارروائی نہیں کی تو حکومت کو گھر بھیج دیا جائے گا۔ ان کے خطاب کے بعد سرمایہ عالم اسلام، سنیوں کے شہنشاہ، امیر ملت مفکر اسلام سید ریاض حسین شاہ مرکزی ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان کو بھرپور محبتوں میں دعوت خطاب پیش کی گئی امیر ملت نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ گستاخانہ خاکے بنانے والے اور ان کے سرپرست ممالک دنیا کے سب سے بڑے دہشت گرد اور اسلام، انسانیت اور دنیا کے امن کے دشمن ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ مسلمانوں کے کسی بھی ردعمل کے ذمے دار گستاخ کارٹونسٹ، فلم ساز اور ان

کے سرپرست ممالک ہوں گے، اگر او آئی سی اپنا بھرپور کردار ادا کرے تو یورو، ڈالرز اور پاؤنڈ کو شکست دی جاسکتی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ مملکت پاکستان کے شمع رسالت کے پروانے گستاخ ممالک کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے اپنی جدوجہد مسلسل جاری رکھیں گے۔

امیر ملت کے بصیرت افروز خطاب کے بعد آخر میں تمام سنیوں کے لئے اللہ کا احسان اور گنبد خضرا کا فیضان بن کر ریلی میں آنے والے کروڑوں سنیوں کے امیر جگر گوشہ غزالی زماں پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی شاہ مرکزی امیر جماعت اہل سنت پاکستان کو دعوت دی گئی حضرت امیر محترم نے فرمایا کہ ہولوکاسٹ ایک جھوٹا مفروضہ ہے جس کی مخالفت کرنا یورپ میں جرم ہے، لیکن مسلمانوں کے دینی شعائر و قرآن مجید اور حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہر شخص کو کھلی اجازت ہے۔ اظہار رائے کی آزادی کا مغرب نے دوہرا معیار اپنا رکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ امریکہ کی جانب سے گوانتاناموبے جیل میں اپنی سرپرستی میں قرآن مجید کی بے حرمتی کرانے والے میجر جنرل ہڈ کو اور گستاخ ممالک کے سفیروں کو فی الفور ملک بدر کیا جائے اور اس معاملے میں اقوام متحدہ کو گستاخ ممالک کے خلاف کارروائی کے لئے مجبور کیا جائے۔ حضرت امیر محترم کے خطاب کے بعد ہدیہ درود و سلام سے پہلے کینیڈا میں خدمت و تبلیغ کے سلسلے میں موجود عالمی مبلغ اسلام حضرت قبلہ سید شاہ تراب الحق قادری کا پیغام پڑھ کر سنایا گیا جس میں حضرت نے فرمایا کہ تحفظ ناموس رسالت ایکشن کمیٹی کے زیر اہتمام نکالی جانے والی اس عظیم الشان ریلی کے تمام شرکاء کو سلام پیش کرتا ہوں، خصوصاً ہمارے مرکزی امیر اور ناظم اعلیٰ اور اندرون شہر اور بیرون شہر سے آنے والے تمام علماء، مشائخ اور اہل سنت کی تنظیمات کے سربراہوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اپنی جانب سے تمام دنیا کو یہ پیغام دیتا ہوں کہ مسلمانوں کا بچہ بچہ ناموس رسالت کی خاطر اپنا تن، من، دھن سب کچھ قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ شاہ صاحب کے پیغام کے بعد درود و سلام اور دعا کے ساتھ یہ شاندار تاریخی اور فقید المثال ناموس رسالت ریلی اختتام پذیر ہوگئی۔

آخر میں ناانصافی ہوگی کہ ان شخصیات کا ذکر نہ کیا جائے کہ جو اس اہم مرحلے پر ہمارے ساتھ شریک رہے ان میں محسن اہل سنت الحاج محمد حنیف طیب صدر نظام مصطفیٰ پارٹی اور مولانا محمد اشرف گورمانی صدر سنی علماء کونسل گلستان جوہر کہ جو ریلی کے انعقاد تک ہر لمحہ ہر موڑ پر معاون و سرپرست رہے اور ہر مشکل میں دست و بازو بنے۔ جن کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ جماعت اہل سنت کراچی کے قائم مقام امیر مولانا ابرار احمد رحمانی، ناظم اعلیٰ خلیل الرحمان چشتی، محمد الطاف قادری، محمد حسین لاکھانی، دفتر میں رابطے کے حوالے سے سلمان قادری، دانش قادری جو اس پورے سفر میں سالار قافلہ رہے۔ مولانا غلام محمد سیالوی مرکزی جمعیت علمائے پاکستان، ڈاکٹر وقاص احمد جاوید انجمن طلبہ اسلام، طارق محبوب انجمن نوجوانان اسلام، شاہ سراج الحق پاکستان سنی موومنٹ، عاطف بلو تحریک عوام اہل سنت، سید احمد علی شاہ جماعت نقشبندیہ سیفیہ، عبدالجبار نقشبندی تبلیغ اسلامی، علامہ یونس شاکر جمعیت رضائے مصطفیٰ، محمد سعید صابری مجلس درس پاکستان، حاجی احمد عطاری حج عمرہ آپریٹر ایسوسی ایشن، مولانا نسیم احمد صدیقی انجمن ضیائے طیبہ، مولانا مفتی آصف عبداللہ قادری نور القرآن انٹرنیشنل درگاہ عالیہ عیدگاہ شریف راولپنڈی، عبدالحبیب قادری تحریک اتحاد اہل سنت، احمد عبدالشکور اور مناف الانہ المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی، مولانا ظہور سعیدی تنظیم السعید، سجادہ نشین درگاہ خواجہ آباد شریف پیر فاروق انور شاہ کاظمی، پیر سید گل احمد شاہ خیرپور سندھ، قاری عبدالباسط ٹھٹھہ سندھ، مولانا محمد اکرم سعیدی ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت سندھ، مولانا حمزہ علی قادری بھی ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں کہ جنہیں جب بھی آواز دی تو ان سب نے بھرپور تعاون کیا سب سے زیادہ محمد جاوید قادری لائق تحسین ہیں کہ جو سارے پروگرام کے روح رواں رہے وہ اور ان کے ساتھی جو اس کامیاب ریلی کا باعث بنے۔ ان سب کے لئے ہماری دعا ہے کہ اللہ ان سب کو جزائے دارین عطا فرمائے۔ آمین

❁ ❁ ❁

لبیک یارسول اللہ ریلی

لاہور کی فضائیں لبیک یارسول اللہ کی صداؤں سے گونج اٹھیں

ہزاروں شرکاء کے باوجود ریلی میں توڑ پھوڑ اور کسی قسم کا ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا

تحریر: منظور حسین اختر

عالم اسلام جس کرب اور اذیت کے درو سے گزر رہا ہے وہ کسی سے پنہاں نہیں۔ یہود و نصاریٰ اسلام، بانی اسلام اور مسلمانوں کو نت نئے انداز سے اپنی گستاخانہ چیرہ دستیوں کا نشانہ بنا رہے ہیں امت مسلمہ کو روحانی طور پر مجروح کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ کی ذات مبارک اور قرآن پاک کے خلاف گھٹیا ذہنیت کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ اس کے لئے ڈنمارک میں پہلے گستاخانہ خاکے بنائے گئے اور بعد میں ہالینڈ کے رکن اسمبلی گیریٹ ویلڈرز نے قرآن حکیم کے خلاف گستاخانہ فلم بنا کر انٹرنیٹ کے ذریعے اسے دنیا میں پھیلایا اور فلم میں قرآن حکیم کی 5 آیات کو سیاق وسباق سے ہٹا کر پیش کیا گیا اور یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ اسلام اور قرآن انتہا پسندی و دہشت گردی کی ترغیب دیتے ہیں۔ دراصل یہود و نصاریٰ کی یہ کوشش ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کو متنازع بنایا جائے تا کہ مسلمانوں کے قلب وذہن سے آپ کا احترام ختم ہو جائے کیونکہ یہود و نصاریٰ کو علم ہے کہ جب تک حضور نبی کریم ﷺ اور آپ کے غلاموں کے مابین عشق ومحبت کا تعلق ختم نہیں ہوگا مسلمانوں کو کمزور نہیں کیا جا سکتا۔

بقول اقبال:

یہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد اس کے بدن سے نکال دو

عالم اسلام کے ان حالات سے ملک کی سب سے بڑی غیر سیاسی، مذہبی تنظیم جماعت اہل سنت پاکستان کسی طور غافل نہیں۔ منبر ومحراب سے لے کر سڑک وچوراہوں تک اور احتجاجی جلسوں سے لے کر احتجاجی ریلیوں تک، ہر جگہ اور ہر انداز سے جماعت اہل سنت نے ناموسِ مصطفےٰ کے لئے دامے، درہمے، قدمے، سخنے اپنا کردار ادا کیا۔ کراچی سے لے کر خیبر تک ملک کے کونے کونے میں پرامن احتجاج ریکارڈ کرائے گئے۔ 9۔ مارچ کو راولپنڈی میں ہونے والی آل پاکستان سنی کانفرنس کا انعقاد جماعتی وغیر جماعتی حلقوں کے لئے حیران کن تھا۔ بموں کی گھن گرج، خوف وہراس کی فضائیں اور اپنوں کی بے وفائی کے زخم، یہ وہ حالات تھے کہ بڑے بڑے سورماؤں کے جگر پانی ہو رہے تھے، لیکن ایسے میں جماعت کے قائدین نے اپنا فیصلہ برقرار رکھتے ہوئے قوم کو ''غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے'' کا عملی سبق دیا۔ سنی کانفرنس کی حاضری خالصتاً جماعت کے کارکنوں کی حاضری تھی جو سروں پر کفن باندھے حضور ﷺ کی ناموس پر قربان ہونے کے لئے تیار تھے۔ اس لحاظ سے یہ بہت کامیاب کانفرنس تھی۔ آل پاکستان سنی کانفرنس نے مسلمانوں اور خصوصاً کارکنوں میں جو ہمت وحوصلہ اور کام کرنے کا جذبہ پیدا کیا پورے پاکستان میں پھیلے ہوئے جلسے، ریلیاں اور پروگرام اس کا بین ثبوت ہیں۔ کراچی میں علامہ شاہ تراب الحق قادری اور مولانا ابرار احمد رحمانی کی قیادت میں جماعت اہل سنت نے احتجاجی پروگراموں کا ریکارڈ قائم کر دیا ہے۔ صوبہ پنجاب چونکہ پاکستان کا دل ہے اور پنجاب کی شمولیت کے بغیر کئی تحریک کامیابی کی سیڑھی کو چھو نہیں سکتی۔ اس لئے یہ کیسے ممکن تھا کہ خواجہ بطحا کی عزت وناموس کے اس حساس ترین مسئلہ پر صوبہ پنجاب کی تنظیم خاموش رہتی۔ اگرچہ مسجدوں، منبر ومحراب، ہالز اور انفرادی سطح پر بہت سے احتجاج ہوئے لیکن صوبہ پنجاب کی سطح پر ایک ہمہ گیر اور عظیم الشان احتجاج کی ضرورت اب بھی محسوس کی جا رہی تھی، جسے صوبہ پنجاب کے جواں ہمت اور بلند عزم قائدین علامہ قاری خالد محمود نقشبندی اور خصوصاً مفتی محمد اقبال چشتی نے شدت کے ساتھ محسوس کرتے ہوئے 24 اپریل کو ''لبیک یارسول اللہ ریلی'' کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان پر حیرت بھی ہوئی کہ مارچ میں آل پاکستان سنی کانفرنس میں شرکت کے بعد متصل مہینے اپریل میں دوبارہ کارکن کیسے اکٹھے ہوں گے، لیکن ریلی دیکھ کر سب گمان غلط ثابت ہو گئے۔ ریلی سے قبل داتا دربار مسجد میں لبیک یارسول اللہ کانفرنس کا انعقاد بھی کیا گیا اور کانفرنس کے بعد سہ پہر 4 بجے داتا حضور کے قدموں سے لاہور کی مشہور شاہراہ مال روڈ پر جی پی او چوک تک ریلی نکالی گئی۔

نماز ظہر سے قبل ہی داتا دربار مسجد کارکنوں سے پُر ہو چکی تھی۔ باجماعت نماز کے بعد کانفرنس کا آغاز کیا گیا۔ صوبہ پنجاب کے ناظم اعلیٰ مفتی محمد اقبال چشتی اور ضلع لاہور کے چیف آرگنائزر قاری نذیر احمد قادری نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دیئے۔ اس کانفرنس میں پیر سید شمس الدین بخاری، پروفیسر محمد عبدالعزیز نیازی، علامہ رضاء المصطفیٰ بخاری، میجر محمد یعقوب سیفی، علامہ عبدالحنان سیالوی، پیر سید خضر حسین شاہ، علامہ ثاقب رضا مصطفائی، مناظر اسلام علامہ عبدالتواب صدیقی اور امیر صوبہ پنجاب قاری خالد محمود نقشبندی نے خطاب کیا۔ مقررین نے اپنے خطاب میں حاضرین مجلس سے کہا آپ وعدہ کریں کہ گستاخ ممالک کی مصنوعات سے کچھ نہ خریدیں گے۔ جو مسلمان ناموس رسالت پر خاموش رہے وہ بے ایمان ہو جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ چاند کی طرف تھوکنے سے نوری کرنوں کو میلا نہیں کیا جا سکتا۔ یہود و نصاریٰ اگر اپنی کتابیں ہی پڑھ لیتے تو انہیں گستاخی کی ہمت نہ ہوتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو حضور ﷺ کی آمد کی بشارتیں دیتے رہے۔ مقررین نے عالم کفر کو انتباہ کرتے ہوئے کہا کہ امت مسلمہ کی مائیں ابھی بانجھ نہیں ہوئیں، اب بھی کئی غازی علم الدین شہید نذرانہ جاں دینے کے لئے تڑپ

رہے ہیں۔ لبیک یارسول اللہ کانفرنس کے مقررین نے حکومت سے مطالبہ کرتے ہوئے واشگاف الفاظ سے کہا کہ نومنتخب وزیراعظم سید زادے ہیں ان کے دور وزارت میں ناموس رسالت کے مسئلہ پر خاموشی نا قابل فہم ہے۔ علامہ رضاء المصطفیٰ بخاری نے کہا کہ پنجاب اسمبلی کے پہلے اجلاس میں گذارش کرنے کے باوجود نعت پڑھنے کی اجازت نہ دی گئی، ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ اسمبلی میں نعت پڑھنے کی اجازت دی جائے۔

سہ پہر چار بجے ریلی کے شرکاء قائدین جماعت اہل سنت کی قیادت میں داتا دربار سے روانہ ہوئے اور گنج بخش روڈ اور ناصر باغ سے ہوتے ہوئے مال روڈ پر آگئے۔ پاکستان سنی فورس کے جوان ریلی کے آگے صف باندھے سیکورٹی کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ ریلی کو منظم رکھنے کے لئے قاری فیروز صدیقی، مولانا محمد سلیم ہمدمی، مولانا اسلم شکوری اور قاری نذیر احمد قادری کی سربراہی میں کمیٹی بنادی گئی تھی، ریلی کے شرکاء بڑے منظم اور پرامن انداز سے تکبیر و رسالت، غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے، جو ہو نہ عشق مصطفیٰ تو زندگی فضول ہے" کے نعرے بلند کرتے ہوئے شریک ریلی تھے۔ جی پی او چوک پہنچنے پر مفتی اقبال چشتی، پیر سید شمس الدین بخاری، علامہ ثاقب رضا مصطفائی اور ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی نے پرجوش انداز میں خطاب کیا۔ آخر میں مفتی محمد اقبال چشتی نے شرکاء ریلی کا شکریہ ادا کیا اور اس طرح جماعت اہل سنت صوبہ پنجاب کے زیر اہتمام عزت و ناموس مصطفیٰ ﷺ کے لئے نکالی گئی "لبیک یارسول اللہ ریلی" اختتام پذیر ہوئی۔

اس ریلی کی خوش آئند بات یہ ہے کہ پوری ریلی کے دوران کسی قسم کی توڑ پھوڑ یا بدانتظامی کا مظاہرہ دیکھنے میں نہ آیا۔ کسی گاڑی کی سکرین کو نقصان نہیں پہنچایا گیا اور نہ ہی کسی ٹریفک سگنل کو توڑا گیا۔ حضور ﷺ کے متوالے اپنے ملک کی املاک کو نقصان پہنچانے کی بجائے حضور ﷺ کے نام کو بلند کرتے ہوئے ایک مرتبہ پھر یہ سبق دے گئے کہ پاکستان سنیوں نے بنایا تھا اور اس کی حفاظت بھی سنی ہی کریں گے۔

❁ ❁ ❁

آجکل

تھیٹر کے ہال میں تو بڑا اژدہام ہے
مسجد میں حال یہ کہ بس اللہ کا نام ہے

مذہب سے دُور رکھتی ہے اور قوم سے بھی دور
تہذیب نو کو دُور سے میرا سلام ہے

رشوت، بلیک، سُود بصد شوق کھائیے
مفقود اب تمیزِ حلال و حرام ہے

ہر قسم کا حرام ہے ظالم کے پیٹ میں
ساری غلاظتوں کا یہ گویا گدام ہے

رقص و سرود، پینا پلانا ہے سب حرام
جیتا رہا جو مُلا تو جینا حرام ہے

مُلا پہ رعب جھاڑ کے جس وقت گھر گئے
کہنے لگے کسی سے یہ بندہ غلام ہے

اسٹیشن اس نے شرم و حیا کے دیئے ہیں چھوڑ
فیشن پرست لڑکی ہے یا تیز گام ہے

تہذیب نو کا گھوڑا بہت تیز رو سہی
یہ بھی تو دیکھیے کہ بڑا بد لگام ہے

حقؔ حق ترے کلام کے قائل ہیں اہل حق
نا آشنائے حق ہی کو اس میں کلام ہے

حاجی حق حقؔ کوٹلوی

تحفظ ناموس رسالت ﷺ ریلی

تحفظ ناموس رسالتﷺ ریلی

مفسر قرآن سید ریاض حسین شاہ دامت برکاتہم القدسیہ کا دورہ امریکہ

تصویری جھلکیاں

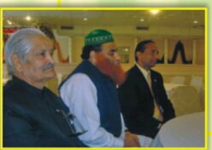

مفسر قرآن سید ریاض حسین شاہ دامت برکاتہم القدسیہ کا دورۂ امریکہ

تصویری جھلکیاں

مفسر قرآن سید ریاض حسین شاہ دامت برکاتہم القدسیہ کا دورۂ امریکہ

تصویری جھلکیاں

لبیک
یارسول اللہ ﷺ
ریلی

لبیک
یارسول اللہ ﷺ
ریلی